بعض غیر مسلم انشا پردازون اور آخر مین اپنے ایک مسلم دوست کی تحریرون کو جمع کیا ہے، اول الذکر صف مین ہم کو ٹالسٹائی، اسکروائل، مسز اینی بسنٹ، ڈیل، ڈاڈ، لیبان، آرتھر، گلیمان وغیرہ نظر آتے ہین، پھر سوامی دیویکانند ہین، اور آخر مین محمد عزیز احمد خانصاحب کی تحریر ہے، جن مین بعض بڑی قسم کے جملے ہین، یہ کتاب اس حیثیت سے کہ اغیار پیغمبرِ اسلامؐ کو کس نظر سے دیکھتے ہین اچھی ہے، صفحات ۷۰، قیمت ۸؍ منیجر ہلالی پریس دہلی سے مل سکتی ہے،

عروس سمرنا ترکی کے موجودہ قائد اعظم مصطفےٰ کمال پاشا نے اپنی خدمات جلیلہ کی وجہ سے اسلامی دنیا مین اپنے کو محبوب و مشہور کر لیا ہے، اور اردو مین انکے متعدد سوانح شائع ہو چکے ہین، بعض افسانہ نویسون نے بھی ان کو اپنا ہیرو بنایا ہے اور اس کتاب کے ہیرو بھی وہی ہین، جناب زاہد القادری صاحب نے اس مختصر افسانہ مین ان کی زندگی کو مختصر لیکن غیر مربوط طریقہ سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، طرز تحریر عامیانہ ہے، صفحات ۴۴ ہین اور اس اعتبار سے قیمت ۸؍ زیادہ معلوم ہوتی ہے، یہ کتاب بھی ہلالی پریس دہلی سے مل سکتی ہے،

سرمایۂ سعید، وقف علی الاولاد کا مسئلہ ایک مذہبی مسئلہ ہے، لیکن ہماری بدقسمتی سے ۱۸۹۴ء مین پریوی کونسل مین بعض مقدمات کا فیصلہ اس طرح سے ہوا جس سے یہ مسئلہ بالکل اپنے اثر کو کھو بیٹھا، اس وقت سے پھر قانون بنانے کی کوشش جاری رہی، اور آخر مین علامہ شبلی نعمانی ہونے اس کے متعلق مکمل کارروائی کی اور ارکان مجلس واضع قوانین کے ذریعہ وہ اس مین کامیاب ہوئے اور ایکٹ نمبر ۶ ۱۹۱۳ء کے ذریعہ اسے سرکاری قانون کی شکل دیگئی، اس رسالہ مین منشی حمید احمد صاحب مترجم [illegible] باندہ نے اس مسئلہ اور اس ایکٹ کی توضیح کی ہے، ابتدائی مضمون مین اس مسئلہ کی ضرورت، اسکی اہمیت اور عہد [illegible] مین اسکی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے، بعد مین قانون کا ترجمہ ہے پھر اس کے لکھنے کے ذرائع اور دستاویز کی مثالین دیگئی ہین لکھائی چھپائی اچھی ہے، قیمت ۸؍ مصنف سے طلب کیجئے،

مجلد شانزدہم | ماہ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۲۵ء | عدد سوم

مضامین

شذرات

گذشتہ ملکی تحریک کے سرد پڑ جانے کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک مین پھر انھین فرقہ آرائیون اور ہنگامہ زائیون کی گرم بازی ہو رہی ہے، خصوصاً مسلمانون کے لئے تو گویا نجد و حجاز کی جنگ خود ہندوستان ہی مین ہو رہی ہے، وہان اگر تیغ و تفنگ کی لڑائی ہے تو یہان حلق و زبان، اور دست و قلم کی معرکہ آرائیان ہین، وہان اگر یہ مسئلہ سیاسی اور وطنی حیثیت رکھتا ہے تو یہان دین و مذہب کی بنا پر ہے کاش یہ ہماری قوم کو معلوم ہو سکتا کہ ہم جنکی تائید مین مذہبی دلیلون اور حجتون سے جو جذبات ابھار رہے ہین ان کی نگاہ مین ان کی کیا وقعت ہے؟ حکومت حجاز کی دلیل دین مذہب کے ستون پر اگر قائم ہوتی تو کون مسلمان ان کی اس دلیل کو تسلیم نہین کرتا، مگر ہندوستان مین اس کے ہمدرد جانتے ہین کہ ہم عجمیون کے مقابلہ مین ان کا دعویٰ کیا ہے؟ "حجاز حجازیون کا ہے، اور غیر حجازیون کو اس مین دخل کی حاجت نہین" "بمہ ید الحجاز" جو حکومت حجاز کا ارگن ہے، اس کا سرنامہ حب الوطن من الایمان ہے کیا اگر یہ حدیث صحیح ہے تو ان کے ہندوستانی ہمدرد بھی اسکو صحیح سمجھتے ہین؟

اللہ اکبر! وہ دین جو دنیا مین قومی عصبیتون، نسلی امتیازون، اور ملکی تفرقون کو مٹانے آیا تھا اب اس کے پیرو خود ان عصبیتون، امتیازون اور تفرقون کو ذریعہ نجات، اور طریق حیات جانتے ہین، اور ہماری شامت اعمال اب اس حد کو پہنچی ہے کہ قلب اسلام (حجاز الاسلام) تک اب یہ عقیدہ سرایت کر چکا ہے، اور اسیر فرنگ ہے، لوگ جانتے ہین کہ سرزمین عرب کو یورپ کی سیاسی غلامی سے

آزاد کیا جائے، لیکن ہم یہ خیال لیکر لوٹے ہین کہ اسکو یورپ کی دماغی اور ذہنی غلامی سے آزاد کرنا ہمارا فرض ہے، طوطون کی طرح بعض وزرائے حجاز کی زبانون سے یورپ کے ان پڑھائے ہوئے سبقون کو سننا، کہہ نہین سکتا کہ کس درجہ سوہان روح کا باعث ہوتا تھا، ترکون کی وطن پرستی کا افسانہ تو پرانا ہو چکا، لیکن خبر لیجئے کہ اگر یہ بد مذہبی ہے تو اس بد مذہبی کی بلا کہان تک پہنچ چکی،

اے بسرا پردہ یثرب بخواب
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

وہ سرزمین حجاز جہان کا ذرہ ذرہ کبھی علم کا آفتاب تھا، جہان دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ سے تشنگان علم کھنچے چلے آتے تھے، جہان کی مسجد حرم اور مسجد نبوی کی در و دیوار کبھی قال اللہ اور قال الرسول کے آوازے معمور تھی آج وہ درس کی مقدس مسندین خالی پڑی ہین وہ پاک چشمے خشک پڑے ہین، فتن و حوادث کے باد صرصر نے ان مرغان حرم کے آشیانے بکھیر دیئے، رسول عربی کے شہر (مدینہ طیبہ) کی آبادی ۱۰۰، ا ہزار سے گھٹکر ۱ ہزار رہ گئی، مسلمانان ہند سوچین کہ جنگ عظیم کے کن اثرات نے ان کے گھرون کو ویران کیا ہے؟

امتے نماند خلوتیان حجاز را
دیدی تطاول خم زلف دراز را

۹-۱۰-۱۱ فروری سنہ ۲۵ء کو ندوۃ العلماء کا نیسوان سالانہ جلسہ لکھنؤ مین منعقد ہوا اخبارات مین آپ نے رودادین پڑھی ہونگی، عام سامعین کے اجتماع کے لحاظ سے تو ہم اسکو کامیاب نہین کہہ سکتے لیکن علماء خواص اور اصحاب درد حضرات کے ورود و شرکت کے لحاظ سے یقیناً یہ ایک کامیاب

کوشش رہی، قوم نے اپنے چند مخلصون کی کوشش کے نتائج دیکھے اور ان پر اطمینان ظاہر کیا، اور امداد کا وعدہ کیا یہ سب سے بڑی کامیابی تھی جو اس اجلاس عام کو حاصل ہوئی،

ندوۃ العلمار کی اس وقت سب سے بڑی ضرورت دارالاقامہ کی تعمیر ہے، یہ قرار پایا ہے کہ ہندوستان کے ہر صوبہ کی طرف سے دس دس کمرون کا ایک بلاک تیار کیا جائے جن میں ہر کمرہ پر ڈیڑھ ہزار کی لاگت آئے گی، اور اس طرح ہر صوبہ سے ۱۵ ہزار کا مطالبہ ہر صوبہ کے مسلمانون سے کیا جائے، جائے شکر ہے کہ یہ آواز بے اثر نہ رہی، اور ہر صوبہ کی طرف سے صوبہ کے متعدد اکابر نے اس پر پرجوش آمادگی ظاہر کی، بمبی کی طرف سے مولانا شوکت علی صاحب نے، پنجاب سے مولانا عبدالقادر صاحب قصوری اور سید غلام بھیک صاحب نیرنگ نے، بہار سے مولوی محمد شفیع صاحب داؤدی، اور مولوی لطف اللہ صاحب خلف شیخ الوقت حضرت مولٰنا محمد علی صاحب مونگیر سابق ناظم ندوۃ العلمار نے، مدراس سے مولوی سید مرتضٰی صاحب نے، صوبہ متحدہ سے جناب حافظ محمد حلیم صاحب تاجر کانپور نے اودھ کی طرف سے جناب منشی محمد احتشام علی صاحب نے ایک سال کے اندر اس رقم کے پورا کر دینے کا وعدہ کیا، علاوہ برین جناب نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی نے دس ہزار کی رقم جمع کر کے دینے کا وعدہ فرمایا،

ہم نے اب تک قوم سے کوئی عام چندہ نہیں مانگا ہے، لیکن اب خود قوم کی ضرورتین مجبور کرتی ہین کہ ہم بھی کاسہ گدائی لے کر نکلین، دارالعلوم ندوہ کے طلبہ جس تکلیف و مصیبت کے ساتھ دارالاقامہ کے نہ ہونے سے زندگی دارالعلوم مین بسر کر رہے ہین، شاید انگریزی اسکول کا ایک طالب علم بھی نہ رہتا ہوگا، اگر ہم کو اپنی دنیاوی تعلیم کا بشدت احساس ہے تو کیا اپنی دینی تعلیم کا اتنا احساس بھی نہین کہ اس تعلیم کے طلبگارون کے رہنے کے لئے ایک جھونپڑا بھی نہ بنا سکین

مسلمانون نے اپنے جوش و خروش کے عالم مین لاکھون روپئے دیدیئے ہین، لیکن کیا ٹھنڈے دل سے سوچ سمجھکر چند ہزار کا سرمایہ بھی بہم نہین پہنچا سکتے؟ عنقریب اس رقم کی فراہمی کے لئے ہر صوبہ مین تحریک شروع کیجائے گی، امید ہے کہ ہمدرد اصحاب اپنی عملی توجہ سے ایک ایسی دینی درسگاہ کو بیجانی سے بچائین گے جس سے ملک وملت کی بہت سے توقعات وابستہ ہین۔

امسال ۲۱-۲۲ مارچ ۱۹۲۵ء کو انجمن اردو کے جلسہ کی تقریب سے امیر الدولہ لائبریری مین حامیان اردو اور انشا پردازان ملک کا ایک قابل یادگار اجتماع ہوا، نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی نے جلسہ کی پہلی نشست کی صدارت فرمائی اور ایک پر مغز خطبہ صدارت دیا جس مین اردو کی ہمہ گیری اور قوت نشو و نما پر مدلل بحث کی اور آخیر مین اردو کے سرمایہ ادبی کی فراہمی و تحفظ پر حضار جلسہ و کارکنان انجمن کو توجہ دلائی، اس کے بعد بعض نظمین اور بعض مضامین پڑھے گئے،

دوسرے دن جلسہ کی کاروائی کا آغاز ادبی نمائش کے شاندار افتتاح سے ہوا اور مرزا محمد عسکری بی اے معتمد انجمن نے ایک مفصل تقریر کے ذریعہ سے آنریبل راجہ راجیشور بلی وزیر تعلیم صوبجات متحدہ سے افتتاح نمائش کی درخواست کی اور انھون نے ایک مختصر تقریر کے بعد نمائش کا افتتاح کیا اور تمام حاضرین نے ان کے ساتھ نہایت شوق کے ساتھ نمائش کی سیر کی اور ہر چیز کو بغور دیکھتے رہے اس کے بعد مولانا عبدالحلیم صاحب شرر نے جلسہ کی صدارت فرمائی اور اس تقریب سے زبان اردو پر ایک مفصل مضمون پڑھا پھر دو رزولیوشن پیش کئے گئے جن مین ایک کا مضمون یہ تھا کہ اس صوبہ کی ٹکسٹ بک کمیٹی سے درخواست کیجائے کہ وہ اردو کی بہترین تصانیف پر انعام دینے کیلئے ایک معقول رقم منظور کرے دوسرے رزولیوشن مین لکھنؤ یونیورسٹی کو توجہ دلائی گئی کہ وہ معقول معاوضہ کے ساتھ اردو کے بہترین انشا پردازون کے ذریعہ ادب اردو پر تقریرون کا ایک سلسلہ جاری کرے، ہمین امید ہے کہ اگر اس انجمن کو مستعدی کے ساتھ چلایا گیا تو اس [illegible] صوبہ کی علمی اور ادبی ترقی پر ایک پائدار اثر پڑے گا۔

مقالات

تمدن اسلام کا آغاز،

وادیٔ عقیق،

از

مولانا عبدالسلام ندوی،

یورپ کا دعویٰ ہے کہ اسلام نے اپنی زندگی کے ابتدائی دور مین تعمیر کے بجائے زیادہ تر تخریبی کام کئے ہین، اور تمدن کی جگہ زیادہ تر وحشت و بربریت پھیلائی ہے، لیکن واقعہ یہ ہو کہ اسلام نے ابتدائی ہی سے ایک تعمیری اور تمدنی نظام قائم کیا، اور اسی کے مطابق سادہ طور پر تمام اہم تمدنی ضروریات مہیا کین، مثلاً موجودہ تمدنی برکات مین ایجادات و اکتشافات کے علاوہ شہرون اور ویرانون کی آبادی اوس کے لئے موزون مقامات کا انتخاب، اور اصول حفظان صحت کی مراعات بھی نہایت اہمیت رکھتی ہین، اور اس لحاظ سے اسلام دنیا کا سب سے پہلا مذہب ہی جس نے اپنی زندگی کے نہایت ابتدائی زمانہ مین تمدن و تہذیب کی سطح کو ہموار کیا، اور آیندہ نسلون نے اوسی پر عالیشان عمارتین قائم کین،

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو آباد شہر سے نکل کر ایک مدت تک وادی تیہ مین خانہ بدوش رہنا پڑا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ بے خانمان رہے، لیکن ہجرت کے بعد وحشت کدۂ مکہ سے نکل کر جب رسول اللہ صلعم نے مدینہ کی سرزمین مین قدم رکھا، تو اوس وقت وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق وبائی بخار (ملیریا) کا مرکز تھا، اور وہان کی متعفن ہوا بہت نے اوسکو

اس قدر وبا خیز بنا دیا تھا، چنانچہ وہ خود اسکی وجہ یہ بیان فرماتی ہین،

فکان بطحان یجری نجلا یعنی ماء آجنا، — کیونکہ وہان کے نالون سے نہایت گندا پانی بہتا تھا،

نتیجہ یہ ہوا کہ یہان آنے کے ساتھ ہی صحابہ کرام سخت بخار مین مبتلا ہو گئے، چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بخار آتا تھا، تو یہ شعر پڑھتے تھے،

کل امرء مصبح فی اھلہ — والموت ادنیٰ من شراک نعلہ

اور ہر شخص پر اس کے اہل و عیال کے درمیان خانگی مصیبت آجاتی ہے — اور موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی قریب تر ہے؛

اور حضرت بلال کا بخار اتر جاتا تھا، تو ان اشعار کے ذریعہ سے مکہ کے صحت بخش مقامات کو یاد کرتے تھے،

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ — بواد وحولی اذخر و جلیل،

کیا مین کوئی رات ایسی وادی مین بھی بسر کرون گا؟ — جس مین میرے گرد اذخر اور جلیل ہون گے (مکہ کے دو گھاس کا نام ہے)

وھل اردن یوما میاہ مجنۃ — وھل یبدون لی شامۃ و طفیل

اور کیا مین کسی دن مجنہ کے چشمہ پر آؤن گا؟ — اور کیا میرے سامنے شامہ اور طفیل نمایان ہون گے؟ (مکہ کی دو پہاڑیون کے نام ہین)

اس کے بعد دشمنان اسلام کو ان الفاظ مین بد دعا دیتے تھے،

اللھم العن شیبۃ بن ربیعۃ و عتبۃ بن ربیعۃ و امیۃ بن خلف کما اخرجونا من ارضنا الیٰ ارض الوباء، — خداوندا! شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت بھیج کہ ہم کو ہمارے گھر سے انھین لوگون نے وبائی سرزمین مین نکال دیا ہے،

صحابہ کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلعم نے بارگاہ الٰہی مین یہ دعا فرمائی،

اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشد اللھم بارک لنا — خداوندا! مکہ کی طرح مدینہ کو بھی یا اس سے بھی زیادہ ہمارے لئے محبوب بنا، ہمارے صاع

فی صاعنا و فی مدنا و صححہا لنا وانقل حماہا الی الجحفۃ،

اور ہمارے مد مین برکت دے اور اس کو ہمارے لئے صحت بخش بنا اور اُس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے (یہودیون کی ایک بستی جو مدینہ کے قریب تھی)

اس کے بعد بھی مدتون صحابہ مدینہ کے وبائی بخار مین مبتلا ہوتے رہے، چنانچہ اسی حالت مین جب صحابہ کرام رسول اللہ صلعم کے ساتھ حج کو آئے، اور کفار نے طنزاً یہ کہنا شروع کیا،

یقدم علیکم غداً قوم وھنتھم الحمی ولقوا منھا شدۃ

تمھارے یہان کل ایک ایسی قوم آئے گی جس کو بخار نے کمزور کر دیا ہے، اور اُس سے انھون نے سخت تکلیف اُٹھائی ہے،

تو رسول اللہ صلعم نے شماتت کے اثر کو کم کرنے کے لئے صحابہ کرام کو طواف کے تین چکر مین اکڑ کر چلنے کا حکم دیا، اور اس وقت سے آج تک یہ طریقہ بطور سنت یا استحباب کے قائم ہے، اور مسلمانون کی اطاعت شعاری، خودداری، اور پابندی نظام (ڈسپلن) کی ایک بہترین یادگار ہے،

اس وبائی بخار کا یقینی سبب جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہوتا ہے یہ تھا کہ مدینہ کے ارد گرد پانی نہایت گندہ بہتا تھا، اس کے علاوہ شہر ہی کے اندر قبرستان اور نخلستان بھی تھے، جو موجودہ زمانہ مین رطوبت اور تعفن کا سبب اور اصول حفظان صحت کے منافی خیال کئے جاتے ہین، لیکن روایات سے یہ پتہ نہین چلتا، کہ رسول اللہ صلعم نے روحانی طاقت کے علاوہ مادی طور پر آب و ہوا کی صفائی کا کیا انتظام کیا؟ تاہم یہ یقینی ہے کہ ہجرت کے بعد اس حالت مین ضرور تغیر پیدا ہوا، اور مسلمانون کی طہارت و نظافت کا اقتضا بھی یہی تھا خود حضرت عائشہ رضی فرماتی ہین کہ اُس وقت نالون سے پانی نہایت گندا بہتا تھا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد کو یہ حالت باقی نہین رہی

اور اس کا اثر یقیناً اس سمیت آمیز بخار پر بھی پڑا ہوگا،

قبرستانون اور نخلستانون کے متعلق تو اس قدر صحیح طور پر معلوم ہے، کہ بعض مذہبی ضرورتون سے بعض قبرستان کھود دیے اور بعض نخلستان کاٹے گئے، چنانچہ رسول اللہ صلعم کو مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے بنو نجار نے جو قطعہ زمین دیا، اس مین مشرکین کی قبرین اور کھجور کے درخت تھے، اسلئے رسول اللہ صلعم کے حکم سے مشرکین کی قبرین اکھیڑ دی گئین، ناہموار زمینین مسطح کر دی گئین، اور کھجور کے درخت کاٹ ڈالے گئے، اور مسجد نبوی کا سنگ بنیاد رکھا گیا، مسجد قبا کے بعد یہ دوسری مقدس عمارت تھی جو اسلام نے مدینہ کی سرزمین مین تعمیر کی، اگرچہ ابتداءً اس مسجد کی حیثیت ایک چھپر سے زیادہ نہین ہونے پائی، تاہم یہ صرف اسلام کی سادگی کا اثر تھا ورنہ صحابہ کرام کے حوصلے اس سے بہت زیادہ بلند تھے، چنانچہ ایک بار حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ اور حضرت ابو درداؓ مسجد کی پیمائش کر رہے تھے، رسول اللہ صلعم کا گذر ہوا اور آپ نے اسکی وجہ دریافت فرمائی تو بولے "کہ ہم اس کو بیت المقدس کے نمونے پر تعمیر کرینگے اور اس کام کو انصار پر تقسیم کر دین گے" لیکن آپ نے فرمایا کہ صرف ایک چار دیواری، اور چند لکڑیان اور موسیٰ کی سی چھت کی ضرورت ہے، اور مسجد کی یہ حیثیت قائم ہو چکی، تو صحابہ نے دریافت کیا کہ موسیٰ کی چھت کیسی تھی؟ ارشاد ہوا کہ جب کھڑے ہوتے تھے تو ان کا سر اس سے لگ جاتا تھا[1] مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد آپ نے مدینہ کی آبادی کی طرف توجہ مبذول فرمائی، اور متعدد خاندانون اور لوگون مثلاً بنو زہرہ حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت خالدؓ، وغیرہ کو مکانات بنانے کے لیے زمینین عنایت فرمائین[2]، اور مدینہ کی رونق، آبادی، اور امن و سکون کے لئے،

(۱) مکہ کی طرح مدینہ کا ایک محفوظ حرم قرار دیا، جس کا رقبہ بارہ میل تھا، اور مدینہ کی آبادی کو اس کے اندر محدود کر دیا،

[1] کتاب الاعلاق النفیسہ لابن رستہ جلد، صفحہ ۷۰، [2] کتاب البلدان ابن فقیہ صفحہ ۲۲،

(۲) جو شخص باوجود تکالیف و مصائب کے مدینہ مین قیام کرے قیامت کے دن اوس کی شفاعت کا وعدہ فرمایا،

(۳) جو اہل مدینہ کو کسی قسم کا گزند پہنچائے، اس کی نسبت ارشاد ہوا کہ "وہ خود تباہ ہو جائے گا،"

(۴) مدینہ کی رفاہیت کے لئے اس کے وزن پیمانے اور پھل مین برکت کی دعا فرمائی،

(۵) طاعون اور دجال سے اس کے محفوظ رہنے کی پیشین گوئی کی،

(۶) اوسکی حیثیت ایک فاتحانہ شہر کی قائم کی، اور تمام شہرون کو اس کا مفتوح قرار دیا،

(۷) اس کو ایمان کا آخری مرکز قرار دیا،

اور بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا، کہ مدینہ کی رونق، آبادی، اور امن و سکون مین ان کو بہت بڑا دخل تھا، چنانچہ حرم مدینہ کے احترام کے احکام لکھ لئے گئے، اور صحابہ نے ہر موقع پر اس کی پابندی کی، مثلاً ایک بار حضرت سعدؓ اپنے محل واقع عقیق کی طرف جا رہے تھے، کہ ایک غلام حرم مدینہ کے حدود مین کسی درخت کو کاٹ رہا تھا، یا اس کے پھل کو گرا رہا تھا، انھون نے اس کے تمام کپڑے وغیرہ چھین لئے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ "اگر مین مدینہ مین ہرنون کو چرتا ہوا دیکھون تو ان کو بدکا نہین سکتا، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے اس کو حرم قرار دیا ہے" ایک بار ایک شخص کو مدینہ مین عسرت کا سامنا کرنا پڑا، وہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی خدمت مین آیا، اور کہا، "کہ مین کثیر العیال آدمی ہون، اور انکی زندگی اس وقت عسرت کے ساتھ بسر ہو رہی ہے، اس لئے چاہتا ہون کہ ان کو کسی شاداب مقام مین منتقل کر دون" لیکن انھون نے اسی فرمان نبوی کی بنا پر اس کو اسکی اجازت نہین دی، ایک بار شورش و بدامنی کے زمانہ مین حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی لونڈی نے تنگ آکر مدینہ سے نکلنا چاہا، لیکن انھون نے اس کو روک دیا، اور فرمایا کہ "رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے، کہ جو شخص مدینہ کی سختیون پر صبر کرے گا، مین قیامت کے دن اس کا شفیع ہون گا"،

ان مواعید کے ساتھ عملی طور پر بھی آپ کو مدینہ کی آبادی کا خاص خیال تھا، ہمیشہ اوس کی نگرانی فرماتے رہتے تھے، اور اسکی آبادی کی معمولی سی معمولی بے ترتیبی، اور ویرانی کو گوارا نہین فرماتے تھے، چنانچہ ایک بار آپ قبیلہ بنو حارثہ کے پاس آئے، اور فرمایا کہ "مجھے نظر آتا ہے، کہ تم حرم کے حدود سے باہر نکل گئے ہو،" پھر ادھر ادھر دیکھکر فرمایا کہ "نہین تم حرم ہی کے اندر ہو،" ایک بار قبیلہ بنو سلمہ کے لوگون نے اپنے محلہ سے نکل کر مسجد نبوی کے پاس آباد ہونا چاہا، یہ اگرچہ ایک مذہبی جذبہ کا نتیجہ تھا، تاہم آپ نے اس کو بھی گوارا نہین کیا، اور ارشاد فرمایا کہ "تم لوگ مسجد تک آنے مین اپنے نقش قدم کا حساب نہین کرتے" یعنی تم کو اس مسافت کے طے کرنے مین ہر نقش قدم پر ثواب ملے گا، نتیجہ یہ ہوا کہ اون لوگون کو اس ارادہ سے باز آنا پڑا،

بخاری مین جہان یہ روایت مذکور ہے، بہ تصریح یہ الفاظ موجود ہین

فکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تعری المدینہ	یعنی رسول اللہ صلعم نے یہ پسند نہین فرمایا کہ مدینہ ویران ہو جائے،

زمانۂ جاہلیت مین انصار نے فوجی ضروریات کے لئے مدینہ مین بہت سے قلعے بنا لئے تھے، جن کو زمانۂ اسلام مین منہدم کرنا چاہا لیکن آپ نے ان کو اس ارادے سے باز رکھا اور فرمایا

انہا زینۃ المدینہ	وہ مدینہ کی زینت ہین،

مدینہ کے متصل جو وادی ہین ان مین تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چند وادی ہین جنکو وادی عقیق کہتے ہین اور وہ اس قدر سرسبز و شاداب ہین کہ ایک بار آپ وہان سے پلٹے تو حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ "ہم اس وادی سے آرہے ہین، اوسکی زمین کس قدر نرم اور اُس کا پانی کس قدر شیرین ہے" حضرت عائشہؓ نے فرمایا "تو پھر ہم لوگ وہین کیون نہین منتقل ہو جاتے" ارشاد ہوا کہ "اب تو لوگون

سلہ یہ تمام واقعات و روایات بخاری و مسلم ابواب فضائل مدینہ مین مذکور ہین، ان کے علاوہ جو واقعات ہین انکا حوالہ دیا گیا ہے، سلہ کتاب الاعتصام [illegible]

نے مکانات بنالئے (یعنی مدینہ مین) آپ نے ان کی آبادی کی طرف بھی توجہ فرمائی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو زرعی مقاصد کے لئے پورا وادی عقیق عنایت فرمایا لیکن اون کو اس کے آباد کرنے کا موقع نہین ملا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک وہ یونہین غیر آباد رہا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے مین تمدن اسلام نے ترقی کی، تو لوگون نے پہلے سے زیادہ بلند عمارتین بنانی شروع کین، چنانچہ مسند دارمی مین ہے

تطاول الناس فی البناء فی زمن عمر،	لوگ حضرت عمرؓ کے زمانے مین بلند عمارتین بنانے لگے،

بلند عمارتون کی تعمیر کے ساتھ ان کے زمانے مین مدینہ کی آبادی مین بھی معتدبہ اضافہ ہوا، اور اونکی تمدنی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے مدینہ کے بیرونی مقامات کے آباد کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، اور اس کے لئے وادیٔ عقیق سے بہتر اور موزون کوئی دوسرا مقام نظر نہین آیا جسکا انتخاب خود رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک مین ہوچکا تھا، اس لئے اس ضرورت کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ انتخاب بھی اس قطعہ پر پڑی، اور انھون نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلاکر فرمایا،

قد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ	تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلعم سے جو چیز مانگی جاتی
علیہ وسلم لم یکن یمنع شیئاً	تھی آپ اس سے انکار نہین فرماتے تھے اس لئے
یسئلہ وانک سالتہ ان یعطیک	تم نے آپ سے وادیٔ عقیق کو مانگا، تو آپ نے تم
العقیق فاعطاکہ فالناس یومئذ	کو عنایت فرمایا لیکن اس وقت آدمی کم تھے
قلیل لاحاجۃ لھم وقد کثر اھل	ان کو اسکی ضرورت نہ تھی، اب مسلمان بہت
الاسلام واحتاجوا الیہ	زیادہ ہوگئے، اور وہ اس کے محتاج مین،

ل؎ وفاء الوفاء جلد ثانی صفحہ ..

فانظر ما ظننت انک تقوی	اس لئے تم جس قدر آباد کرسکو، اس کو روک لو
علیہ فامسکہ واردد الینا	بقیہ کو ہمین واپس کردو، کہ ہم لوگون کو دے دین
ما بقی نقطعہ فابی بلال	حضرت بلالؓ نے انکار کیا، تو حضرت عمرؓ نے اونکے
فترک عمر بید بلال	قبضہ مین اس کا بعض حصہ رہنے دیا، اور بقیہ
بعضہ واقطع ما بقی للناس ل؎	لوگون پر تقسیم کردیا،

لیکن روایات سے یہ پتہ نہین چلتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے مین لوگون نے اوس مین کیا کیا تصرفات کئے، اس کے کتنے حصے کو مزروعہ بنایا؟ اور کتنے حصے مین عمارتین تعمیر کین، تاہم بعض روایتون مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے اوس کا جو حصہ لیا تھا وہ مدینہ کے متصل ۲؎ تھا، اس لئے ظن غالب یہ ہے کہ وہ زیادہ تر عمارتون کے کام مین آیا ہوگا، بہرحال یہ یقینی ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین وادی عقیق کی حیثیت پہلے سے زیادہ نمایان ہوگئی، اور اسکی آبادی کا وسیع سلسلہ قائم ہوا،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین مسلمانون کے مال و دولت مین اور بھی اضافہ ہوا اور لوگون نے نہایت کثرت سے جائدادین اور زمینین خریدین، خود حضرت عثمانؓ نے جس روز شہادت پائی ہے انکے خزانچی کے پاس ڈیڑھ لاکھ دینار تھے، اور وادی قریٰ اور حنین مین ان کی جو جائدادین اور زمینین تھین، انکی قیمت دو لاکھ دینار تھی، اس کے علاوہ بکثرت درہم، اونٹ اور گھوڑے تھے، حضرت زبیرؓ کی وفات کے بعد اون کے متروکات مین صرف ایک حصے کی قیمت پچاس ہزار دینار تھی، اور اس کے علاوہ انھون نے ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار لونڈیان چھوڑکر وفات پائی تھی، حضرت طلحہؓ کو عراق کی جائداد سے روزانہ ایکہزار دینار منافع ملتا تھا، اور ناحیہ سراۃ سے اس سے زیادہ آمدنی ہوتی تھی، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے اصطبل مین ہزار گھوڑے تھے، اور اونٹون کی تعداد بھی اسی قدر تھی، بکریان دس ہزار تھین اور

ل؎ وفاء الوفاء جلد دوم صفحہ ۱۹۱ ۲؎ وفاء الوفاء جلد دوم صفحہ ۱۹۹،

ان کی وفات کے بعد ان کے متروکات کے چوتھائی حصہ کی قیمت چوراسی ہزار تھی، حضرت زید بن ثابت رض
نے باغات اور اراضیات کے علاوہ جنکی قیمت ایک لاکھ دینار تھی، اس قدر سونے اور چاندی کے ڈلے چھوڑ کر
وفات پائی، کہ وہ پھاوڑوں سے، توڑے جاتے تھے، ممکن ہے کہ یہ روایتیں محدثانہ تنقید کے معیار پر پوری نہ
اتر سکیں تاہم اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ خلافت عثمانی میں مسلمانوں کی مالی حالت میں نمایان ترقی ہوئی
اور اس ترقی کا اثر عمارات پر بھی پڑا، اور اس زمانے میں بکثرت شاندار عمارتیں تعمیر ہوئیں، مثلاً حضرت
زبیر نے بصرہ، کوفہ اور اسکندریہ میں مکانات بنوائے، حضرت طلحہ رض نے مدینہ میں پختہ مکان بنوایا، اور اس
میں ساکھو کی لکڑیان لگوائیں، حضرت مقداد رض نے مدینہ میں ایک مکان بنوایا، جو اندر اور باہر دونوں طرف
پختہ تھا، اسی زمانہ میں وادی عقیق کی حیثیت بھی پہلے سے زیادہ نمایان ہوئی، اور حضرت سعد بن ابی
وقاص رض نے اس میں ایک نہایت بلند، پر فضا اور شاندار محل تعمیر کروایا جس کے اوپر کنگرے بنوائے،

خلفائے بنوامیہ کے زمانہ میں اہل عرب کی دولت و ثروت میں اور بھی اضافہ ہوا، اور انھون نے
سیاسی مصالح کی بنا پر مدینہ میں اکابر قریش اور رؤسائے مہاجرین و انصار کے اوپر سیم و زر کی موسلادھار
بارش شروع کردی، اس لئے ان لوگون نے کھانے، پہننے اور رہنے سہنے میں بالکل خلفائے بنوامیہ کی
روش اختیار کرلی، اور مدینہ کے آس پاس کی افتادہ زمینون کو قصر و محل، چشمہ و مرغزار، اور باغ و جوبار کا
مرقع بنادیا، بالخصوص وادی عقیق نے بالکل کشمیر کا قالب اختیار کرلیا، اور امرا و سلاطین کا صدر مقام بنگیا،[۲]
چنانچہ حال کے ایک سفرنامہ میں جو بالکل مورخانہ تحقیق و تنقید کے ساتھ لکھا گیا ہے، وادی عقیق کی اس
حیثیت کو ان الفاظ میں نمایان کیا گیا ہے،

ہجرت کی ابتدائی تین صدیون میں مدینہ روحانی اور مادی دونون حیثیتون سے نہایت
ترقی یافتہ شہر تھا اور اس کے ارد گرد کی فضا کو اس کے باغات نے بالکل گھیر لیا تھا، بالخصوص

[۱] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۲۵، [۲] احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم صفحہ ۸۲

اس کے شمالی، اور مشرقی اور جنوبی حصے ان باغات سے بہت زیادہ گھرے ہوئے تھے، اور وادی
عقیق میں لوگون کے نہایت سرسبز باغات اور عمدہ محلات تھے، جہان بکثرت چشمے بہتے تھے،
تر و تازگی نمایان تھی، اس کے اطراف و جوانب شاداب تھے، بکثرت پھول کھلتے تھے، اونکی
خوشبو پھیلتی تھی، ان کے پھل چنے جاتے تھے، اور ان میں اکثر رسول اللہ صلعم کی ازواج مطہرات
کے باغات تھے،

ان محلون میں جو محل زیادہ تر مشہور ہین اون کے نام یہ ہین، قصر عاصم، قصر محمد بن عیسی
قصر یزید بن عبدالملک، قصر جعفر بن سلیمان، قصر ابی ہاشم، قصر عنبسہ بن عمرو بن عثمان بن عفان
قصر عبداللہ بن ابی بکر بن عثمان بن عفان، قصر عنبسہ بن سعید بن العاص، قصر خارجہ، قصر عبداللہ
بن عامر، قصر مروان ابن حکم، اور ان کے آثار اب تک موجود ہین،[۱]
اور عرفی کے قافئے کو بدل کر اپنی خاموش زبان سے وادی عقیق کی گذشتہ عظمت کا ترانہ اس
طرح گاتے ہین،

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ ۔۔۔ آثار پدیداست صنادید عرب را

سمہودی نے وفاء الوفا میں ان میں بعض محلون کا حال کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے جس کا
خلاصہ حسب ذیل ہے،

قصر عروہ بن زبیر رض | حضرت عروہ ابن زبیر نے وادی عقیق میں جس قطعہ زمین پر اپنا محل تعمیر کیا تھا، وہ ابتدا
ہی سے اس کے لئے نہایت موزون تھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگون پر وادی عقیق کو
تقسیم کرنا چاہا، تو اسی جگہ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کون لوگ اس میں زمین لینا چاہتے ہین؟ غالباً لوگون
نے موزون قطعات کے لئے ادھر ادھر گردش کرنا شروع کردی تھی، جن میں حضرت زبیر بھی تھے،

[۱] الرحلۃ الحجازیہ المنتقط از صفحہ ۶۳ - ۲ - ۲۶۱ - ۲۶۲،

اونھون نے ادھر ادھر گھومنے پھرنے کے بعد اسی قطعہ کو سب سے زیادہ پسند کیا تھا چنانچہ وہ خود فرماتے ہین کہ مین نے اس قطعہ کا مثل کوئی دوسرا قطعہ نہین دیکھا، لیکن یہ قطعہ حضرت خوات بن جبیر انصاری کے حصے مین آیا، اور اس کے بعد ۴۱ھ مین مروان ابن حکم نے عبداللہ بن عیاش کو دیدیا اور حضرت عروہ بن زبیر نے اوسکو عیاش سے خرید کر محل تعمیر کیا، اور اس پر سات گنبد بنوائے جنکو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے چند وجوہ سے گروا دیا، لیکن بعد کو ولید بن عبدالملک کے حکم سے ان کو دوبارہ تعمیر کی اجازت ملگئی، اور انھون نے اپنے پوتے عمر بن عبداللہ کو اس کام پر مامور کیا، اور انھون نے کثیر مصارف کے ساتھ اس کام کو شروع کیا، اثنائے تعمیر مین عمر بن عبداللہ کے چچا یحیی نے ان سے مصارف کی تفصیل پوچھی، اور اونھون نے تفصیل بتائی، تو بولے، کہ "اگر میرے باپ (حضرت عروہؓ) کو یہ معلوم ہوتا تو وہ کفایت شعاری سے کام لیتے، اس لئے اون کو اس کی اطلاع دیدو" اونھون نے حضرت عروہؓ کو اسکی اطلاع دی تو فرمایا، کہ "یحیی اس عمارت کی تعمیر مین رکاوٹ ڈالنا چاہتا ہے، تم بلاحساب روپیہ صرف کرو" اب انھون نے بیدریغ روپیہ صرف کرنا شروع کیا اور محل کے ساتھ متعدد کنوئین مثلاً بئیر السقایہ، بئیر العسیلہ اور بئیر القصر وغیرہ بھی کھدوائے، انکا پانی اس قدر خوشگوار تھا کہ مسافر جو پہلے مروان کے کنوئین پر پانی پینے کے لئے اترتے تھے، اونھون نے اسکو چھوڑ دیا، اور ان کنوؤن پر اترنے لگے، اور صرف پانی پینے ہی پر اکتفا نہین کیا بلکہ اس کو اپنے گھرون پر تحفۃً لیجانے لگے، بعض لوگ شیشون مین بھر کر اس کو خلفاء کی خدمت مین ہدیۃً پیش کرتے تھے، چنانچہ زبیر بن بکار کہتے ہین، کہ میرے باپ نے اس پانی کو پہلے جوش دلوایا، پھر شیشون مین بھر کر ہارون رشید کی خدمت مین ہدیۃً پیش کیا، نوفل بن عمارہ سے روایت ہے کہ جب انکی والدہ نے وادی عقیق مین اپنا محل تعمیر کردایا تو انکی خدمت مین ہشام بن عروہ نے کہلا بھیجا کہ تم دو پاک چیزون یعنی بئر عروہ، اور بئر مغیرہ بن الاخنس کے درمیان مقیم ہو اس لئے پانی تو بئر عروہ کا پیو اور وضو بئیر مغیرہ سے کرو، چنانچہ اونھون نے تادم مرگ اسکی پابندی کی، بعض شعراء نے بھی اس کنوئین

کی مدح کی ہے، چنانچہ سری بن عبدالرحمن انصاری کہتا ہے،

کفنونی ان مت فی درع اروی (رمنقوشہ ہے) واستقوالی من بئر عروۃ مائی

اگر مین مرون تو مجھکو اروی کے کرتے کا کفن دو اور مجھکو عروہ کے کنوئین کا پانی پلا دو

سخنۃ فی الشتاء باردۃ فی الصیف سراج فی اللیلۃ الظلماء

جو جاڑے مین گرم اور گرمی مین سرد رہتا ہے اور اندھیری رات مین چراغ کی طرح جھلکتا ہے

یہ محل اگرچہ اس قدر عظیم الشان تھا، کہ قلعہ معلوم ہوتا تھا، چنانچہ اثنائے تعمیر مین اس کو دیکھ کر ایک شخص نے حضرت عروہ سے کہا، "کیا تم جنگ کا سامان کر رہے ہو؟" لیکن درحقیقت حضرت عروہؓ نے اس کو صرف اس لئے تعمیر کیا تھا، کہ تمدن کے مضر اثرات و نتائج سے بچنے کے لیے مدینہ سے الگ ہو جائین یہی وجہ ہے کہ اونھون نے اس کو تمام مسلمانون پر وقف کردیا اور ولید بن عبدالملک کو اسکی وصیت کردی، اور ولید نے ان کے دونون بیٹون یعنی یحیی اور عبداللہ کو اس کا متولی بنا دیا، اور اس کے بعد اسکی تولیت نسلاً بعد نسلٍ ان کے خاندان مین منتقل ہوتی رہی، لیکن بعد کو جب ہشام بن عبدالملک کی طرف سے ابراہیم بن ہشام مدینہ کا گورنر مقرر ہوا، تو اس نے آل عروہ کے بعض حقوق مین مداخلت کرنی چاہی، جسکی بنا پر ان کے درمیان نزاع پیدا ہوئی، اور ابراہیم نے اس محل کو گروا دیا، اور اس کے کنوے مین روغن قطران لگوا کر اونٹ ڈلوا دئے، عبداللہ نے ہشام بن عبدالملک سے اسکی شکایت کی تو اس نے اس کا تاوان دلوا دیا،

قصر عاصم

یہ محل بھی حضرت عروہ بن زبیرؓ کے محل کے متصل و مقابل تھا، اور غالباً اسی بنا پر دونون مین رقیبانہ حیثیت پیدا ہوگئی تھی، اور عبداللہ جعفری اور عمر بن عبداللہ بن عروہ نے مل کر اسکی ہجو لکھی تھی جس مین خود محل کی طرف خطاب کر کے کہتے ہین،

بنیت علی طریق الناس طرا لیسباک علی ذی حسب و دین

تو تمام لوگون کے راستے پر بنایا گیا ہے، اس لئے تجھ کو ہر شریف آدمی برا کہتا ہے،

یری فیک الدخان بغر شی	فقد سمیت خداع العیون

تیرے اندر کسی دوسری غرض سے دھوان نظر آتا ہے (یعنی کھانا نہین پکتا، یا پکا ہوا کھانا لوگون کو کھلایا نہین جاتا)

یہی وجہ ہے کہ تیرا نام، فریب دہ نظر، رکھا گیا ہے،

اور عاصم نے بھی اس کا طنز آمیز جواب دیا ہے،

قصر ابی ہاشم مغیرۃ بن العاص ابو ہاشم نے جب اس محل کو تعمیر کرنا چاہا، تو انکی ایک لونڈی نے یہ کہکر تائید کی کہ اس محل کو ضرور تعمیر کرو، کیونکہ اب تک کسی مغیری نے وادیٔ عقیق مین محل تعمیر نہین کیا ہے، چنانچہ انھون نے مصارف کثیرہ سے اس محل کو تعمیر کردیا اور اس مین ایک کنوان بھی کھدوایا، چنانچہ جو لوگ وادی عقیق مین مروان بن حکم اور مغیرہ کے کنوین کی خدمات انجام دیتے تھے، یعنی لوگون کے پانی پلانے کا سامان مثلاً ڈول وغیرہ مہیا رکھتے تھے ان کو خلفائے بنو امیہ کے خزانے سے مالی امداد ملتی تھی،

قصر عنبسہ بن عمرو یہ محل ایک چشمہ کے متصل تھا، اور اس قابل تھا کہ شعراء اسکی مدح مین شعر کہتے تھے، چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے،

یا قصر عنبسۃ الذی بالمرابع	لازلت توھل بالحیا المتتابع
اے عنبسہ کے محل جو مقام رابع مین واقع ہو!	ہمیشہ تجھ پر متصل بارش ہوتی رہے،
فلقد بنیت علی الوطاء وبنیت	تلک القصور علی ربا و فائع
کیونکہ تو نشیب مین تعمیر کیا گیا ہے،	اور دوسرے محل بلند مقامات پر بنائے گئے ہین

قصر عنبسہ بن سعید ایک بار ہشام بن عبد الملک سوار ہو کر نکلا عنبسہ بن سعید بھی ساتھ تھے، ہشام ایک جگہ سے گذرا تو بولا کہ یہ قطعہ محل کے لئے کس قدر موزون ہے مین نے تم کو عطا کیا عنبسہ نے

کہا کہ مجھ مین اس کی استطاعت کہان؟" بولا" ۲۰ ہزار دینار سے مین تمھاری اعانت کرون گا، چنانچہ انھون نے یہ رقم اپنے بیٹے عبد اللہ کے حوالے کی اور انھون نے اوسکو تعمیر کرادیا، بعد کو جعفر بن سلیمان مدینہ کا گورنر مقرر ہوا، تو اس نے بعض عمارتون کا اور اضافہ کیا، جس مین اس کے نوکر چاکر رہتے تھے،

قصر ابو بکر بن عبد اللہ پہلے اس محل کی جگہ صرف دو ایک گھر تھے، جنکو خرید کر ابو بکر نے منہدم کرادیا، اور انکی جگہ عظیم الشان محل تعمیر کرادیا، جو بعد کو ان کے ترکہ مین فروخت کردیا گیا، چنانچہ ایک شاعر اسکا مرثیہ کہتا ہے،

اوحش المستقر بعد ابی بکر	فاضحی ینوح فی عل حین
یہ محل ابو بکر کے بعد ویران ہو گیا	اب وہ ہر وقت ماتم کرتا ہے،
بعد عز و بھجۃ و بھاء	تاہ بہ علی الثقلین
یہ ماتم عزت، رونق و شان کے بعد ہے	جسکی بناء پر وہ جن و انس سے مفاخرت کرتا تھا
فاعذروہ یا ھولاء ان ذاشجن	یجری دموعہ من معین
لوگو اس کو معذور رکھو کیونکہ	غم زدہ شخص کے آنسو چشمے سے بہتے ہین

قصر عبد اللہ بن ابی بکر یہ ایک عظیم الشان محل تھا جو ویران ہونے کے بعد لوگون کے لئے سرمایۂ عبرت و بصیرت بنا، چنانچہ ایک بار محمد بن عبد اللہ البکری قاضی مدینہ وادی عقیق مین سیر و تفریح کے لیے نکلے اور اس محل سے گذرے تو دیوار پر یہ اشعار لکھدیئے،

این اھل العقیق این قریش	این عبد العزیز و ابن بکیر
اب کہان ہین اہل عقیق؟ اور کہان ہین قریش؟	اور کہان ہین عبد العزیز اور ابن بکیر
ولو ان الزمان خلد حیا	اگر زمانہ کسی کو زندہ رکھتا،

اور اس مصرع کے نیچے یہ لکھدیا کہ، جو شخص اس کو پورا کریگا، اوس کو انعام ملے گا" چنانچہ ایک بار

عمر بن عبداللہ بن شافع اکل کی سیر کو گئے اور اس تحریر کو پڑھا تو اس مصرع کو اس طرح پورا کیا، ؎ ولو ان الزمان مخلداً
کان فیہ مخلداً ابن الزبیر، اگر زمانہ کسی کو زندہ چھوڑتا تو ابن زبیر ہمیشہ زندہ رہتے، اس کے بعد محمد بن عبداللہ دوبارہ محل
سیر کو گئے تو بولے کہ اگر مجھ عمر بن عبداللہ سے گفتگو کرنے کا موقع ملتا تو مین انکو انعام دیتا، بہت خوب کہا اور سچ کہا"،

ان محلون کے علاوہ سمہودی نے اور بھی بہت سے محلون اور کنوؤن کے نام لکھے ہین، اور آخر مین تصریح کی ہے کہ

وقصور کثیرۃ یمنۃ ویسرۃ
اور داہنے بائین اور بھی بہت سے محل ہین

پانی کے چشمے اور حوض، تالاب ان سے الگ تھے جنکا ذکر سمہودی نے مستقل فصلون مین کیا ہے، اور ایک موقع پر کسی قدر انشاپردازانہ الفاظ مین وادی عقیق کی رونق وآبادی کی قدیم داستان اس طرح سنائی ہے،

فآثار ابنیۃ مکان العقیق موجودۃ
الی الیوم وھی دالۃ علی ما کان
بہ من القصور الفائقۃ والمناظر
الرائقۃ والآبار العذبۃ والجنان
والحدائق الملتفۃ الاغصان
اندرست علی طول الزمان
وتکرر الحدثان وبقی ھناک
بعض الآبار وبقایا الآثار
فترتاح النفوس برؤیتھا
وتنتعش الارواح باستنشاق
نسیمھا،

عقیق کے کھنڈر اب تک موجود ہین جن سے ان
بہترین محلات، خوشگوار مناظر اور عمدہ کنوؤن
اور گنجان باغون کا پتہ چلتا ہے، جو وہان
موجود تھے، اور طول زمانہ اور حوادث روزگار
کے بار بار آنیسے مٹ گئے بعض کنوئین اور
بعض کھنڈر اب تک موجود ہین جنکو دیکھکر
دل مین جذبہ مسرت پیدا ہوتا ہے اور
اسکی نسیم کے جھونکون سے روح مین بالیدگی
ہوتی ہے،

شعرا نے بھی ان "مناظر رائقہ" کی تعریف وتوصیف مین قصائد لکھے ہین، جن مین صرف تخیل کی رنگ آمیزی نہین پائی جاتی بلکہ ان مین زیادہ تر واقعات کا حصہ شامل ہے، مثلاً سعید بن سلیمان الساحقی دوست واحباب سے الگ ہوکر بغداد مین تنہا مقیم ہین، اور احباب کے لطف گفتگو کے بجائے ان کو مجبوراً اپنے غلام کی باتون سے دل بہلانا پڑا ہے، اس حالت مین انکو عقیق کی پرلطف صحبتین یاد آتی ہین، اور کہتے ہین،

اری زاھراً لما رأنی مسھداً ۔۔۔ وان لیس لی من اھل بغداد سامر

زاہر نے جب مجھکو بیدار دیکھا، اور اس کو نظر آیا کہ اہل بغداد مین میرا کوئی ملاقاتی نہین،

اقام یعاطینی الحدیث واننا ۔۔۔ لمختلفان یوم تبلی السرائر

تو مجھ سے باتین کرنے لگا، حالانکہ مجھ مین اور اس مین کوئی مناسبت نہین

یحدثنی مما یجمع عقلہ ۔۔۔ احادیث منھا مستقیم وحائر

وہ اپنی عقل کے مطابق مجھ سے باتین کرتا ہے اوسکی بعض باتین باموقع ہوتی ہین اور بعض بے محل

وما کنت اخشی ان ارانی راضیا ۔۔۔ یعللنی بعد الاحبۃ زاھر

مجھے کبھی یہ خوف نہ تھا کہ مین خوش رہون گا کہ احباب

وبعد المصلی والبلاط واھلہ ۔۔۔ وبعد العقیق حیث یحلو التزاور

مصلی بلاط، اس کے رہنے والون اور عقیق کے بعد جہان کی ملاقات پرلطف ہوتی ہے زاہر میرا دل بہلاتا ہے

اذا اعشبت قیعانہ وتزینت ۔۔۔ عراص بہا نبت انیق وزاھر

جب اوسکی گھاس سرسبز ہوتی ہے، اور عمدہ روئیدگی میدانون کو زینت دیتی ہے،

وغنی بہا الذبان تغنی ذبابھا ۔۔۔ کما وقعت ایدی القیان المزاھر

اور شہد کی مکھیان جو وہان کی روئیدگی سے جہاد کرتے ہین، گاتی ہین، تو معلوم ہوتا ہے کہ مغنی عورتین ستار بجا رہی ہین

ایک عرب عورت جو وادی عقیق کی رہنے والی ہے، نجد مین بیاہ کر جاتی ہے، لیکن عرار نجد
کی خوشبو سونگھنے کے بعد بھی وادی عقیق کی دلچسپیون کو نہین بھولتی اور کہتی ہے،

اذا الریح من نحو العقیق تنسمت　　تجدد لی شوق یضاعف من وجدی

جب عقیق کی طرف سے ہوا آتی ہے تو میرا شوق از سر نو زندہ ہو جاتا ہے جس سے میرا غم بڑھ جاتا ہے،

یاقوت نے اور شعراء کے اشعار بھی نقل کئے ہین، اور اخیر مین لکھا ہے کہ

وقد اکثر الشعراء من ذکر العقیق و ذکروہ مطلقا و یصعب تمیز کل ما قیل فی العقیق،[1]

شعراء نے بکثرت عقیق کا ذکر کیا ہے، لیکن اس کا نام غیر متعین طور پر لیا ہے، اس لئے عقیق کے متعلق جو اشعار کہے گئے ہین ان کی تمیز مشکل ہے،

جس کا مطلب یہ ہے کہ عرب مین متعدد وادی عقیق ہین، اس لئے جبتک اشعار مین تعیین نہ کیجائے، یہ معلوم نہین ہو سکتا کہ ان مین ان اشعار کا تعلق کس سے ہے؟ تاہم تاریخ اسلام مین جو شہرت عقیق مدینہ نے حاصل کی ہے وہ کسی دوسرے وادی عقیق کو حاصل نہین، اس لئے قیاس یہ ہے، کہ ان اشعار کا تعلق زیادہ تر عقیق مدینہ ہی کے ساتھ ہوگا،

ان تاریخی واقعات، ان شاعرانہ الفاظ، اور ان پُر از جذبات اشعار کے علاوہ مذہبی حیثیت سے بھی وادی عقیق کا شرف ثابت ہوتا ہے، چنانچہ بعض روایات مین ہے، کہ ایک بار رسول اللہ صلعم نے وادی عقیق مین رات بسر کی، اور صبح کو اٹھ کر فرمایا کہ رات میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ "اس وادی مبارک مین نماز پڑھ" یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسکو وادی مبارک[2] کے لقب سے یاد کرتے تھے، اس بنا پر اگر اسکی مادی، رونق و شادابی کیساتھ

[1] معجم البلدان جلد ۶ ذکر عقیق، [2] وفاء الوفاء جلد دوم صفحہ ۱۹۸،

اس روحانی شرف کو بھی ملا لیا جائے، تو اسکی حیثیت "وادی مقدس طوی" سے بھی بڑھ جاتی ہے، کیونکہ "وادی مقدس طوی" صرف روحانیت کا مرکز تھا، مادی حیثیت سے وادی عقیق کی طرح آباد اور شاداب نہ تھا،

اعلان

براہ عنایت خریداران معارف خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر کرین، نمبر ۱۸۷ رجسٹر ڈ نمبر ہے خریداری کا نمبر نہین، ہر خریدار کا نمبر سیاہی سے فیدک پر نام سے پہلے لکھا رہتا ہے،

"منیجر"

روح ایران کی جلوہ انگیزیان،

(۲)

از مولوی محمد خلیل الرحمن صاحب مترجم اخبار الاندلس

"روح ایران کی یہ عجیب خصلت ہو کہ وہ باوجود تھور وغیرہ وغیرہ کے تلوار سے ڈرتی ہے اور جس کا کچھ نہین بگاڑ سکتی اس کو اپنی نژاد مین شامل کر لیتی ہے، اسکی تجلی ابھی آگے نظر آئیگی،

سکندر کا قصہ تو بہت پرانا ہے، اس پر تو صبر آچکا تھا غضب یہ ہوا کہ ایک اور غیر ملکی تلوار بدقسمت ایران پر چلی یعنی عرب بلائے بے درمان کی طرح اس پر مستولی ہو گئے، چونکہ ہمین اسی زمانہ سے زیادہ تعلق ہے اس لئے اگر ہم کوئی مسلمان تفصیلی نظر ڈالے تو قابل معافی ہے،

"وقتے کہ شمشیر اعراب ایرانیان را مجبور بقبول اسلام کرد (شاید اس فقرہ پر مورخ اپنا سر پیٹ لیگا)

ویزد گرد سیم آخرین پادشاہ ساسانی کشتہ گردید، ایرانیان از نگہداری آئین و سلطنت دیرین خود بکلی بریدہ شدہ، لہٰذا اکثریت مردم ایران پیرو دین نوگشتہ و اداب و رسوم دین زرتشت را ترک نمودند"

آج جناب مصنف اور ان کے رفقا، اگر کسی چیز پر نوحہ کنان ہین تو اس پر کہ "اداب و رسوم دین زرتشت" کو ترک کرنا پڑا، جن لوگون کو یہ گوارا نہ ہوا وہ اپنے شیرخوار بچون کو لیکر نکل پڑے، اور ہندوستان آکر "پارسی" کہلائے، یہ لوگ اپنے دین پر قائم ہین، ایران کی جدائی پر بے تاب ہین اور اس تاک مین لگے ہوئے ہین کہ کسی طرح پر ایران پہنچین،

گروہ دیگر از پارسیان کہ تغییر دین ندادہ و در وطن خود شان جائے گیر ماندند، ناچار ہدف رفتارہا زشت و ناشایست گردیدہ ہمہ جا گرفتار حقارت و خواری و بلکہ مجبور بہ نہفتن عقاید و آئین اجدادی خود گشتند"

شاید میرا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ محکومیت اسی کے معنی ہین، اور یہ لازمہ نتیجہ ہوتا ہے، اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو دین مین تغیر ہو یا نہ ہو جو کچھ ہوا (اگر صحیح ہو) اس کا ہونا لازمی تھا، کیا اندلس مین بھی یہ سلوک نو مسلمون کے ساتھ

نہین، اور کیا زمانہ حال مین نو عیسائیون کے ساتھ ساتھ ہندوستان مین نہین ہو رہا ہے، مگر کیا فرمائین گے جناب مصنف ایرانیون کے حق مین جو باوجود نژاد ایران ہونے کے ہر طرح کے مصائب مثل قتل و غارت برداشت کر رہے ہین، اب تو شمشیر اعراب نہین رہی

"اما ایرانے کہ بدین اسلام در آمدند در ظاہر از نعمت آزادی و برابری و برادری، (سب سے بڑا غضب تو یہ ہوا کہ) "نفوذ اسلام و عقائد آن طورے در ذہنہائے ایران ریشہ دوانید کہ خط قدیم خود را نیز ترک کردہ خط عربی را یاد گرفتند" کہ میوہ ہائے شیرین اسلامیت بود (الحمد للہ کہ یک کلمہ حق بر زبان جاری گشت) بہرہ ور بودند، و لے ہمین کہ حرارت انقلاب رو بخاموشی گذاشت، و دورہ خلفاء چہار گانہ منقضی شدہ خلافت بدست بنی امیہ افتادہ آن را قوام با سلطنت کردند، و بنا ر فرعونی گذاشتند، و ہمین کہ کم کم پیشوایان قوم از خواب بے ہوشی و بے ادراکی، کہ ہر ملت در نتیجہ انقلاب سیاسی مدتے دچار آن می شود، بیدار شدن آغاز آن وقت تاثیرات استیلا و فرمان روائی خارجی را درک نمودند، و آن وقت حقیقت بندگی و زیر دستی را دریافتہ بمعنی آزادی پے بردند"

یہین سے انتقام لینے کا خیال ہوتا ہے، اور یہین سے جذبات انتقام کی تلوار کو صیقل ہوتا ہے ہر پہلی صدی ہی مین جنگہائے داخلی اور پریشانی احوال رہی کہ ایرانیون کو فرصت نہ ملی.

روح ایرانی مانند یک مرغ دام افتادہ خود را اسیر صیاد و بے رحم دید . . . . . در یک تنگنائے تیرہ و تاریک و در یک قفس بے روزن دے زار اسیر افتادہ بود"

شاید اس وقت اتنی بھی فرصت نہ تھی کہ اعراب کو نژاد ایران مین شمار کر لیا جائے، گو بعد کو اس ترکیب پر عمل کر کے دھوکا دیا گیا،

"بعد از یک طرف اعرابے کہ این مملکت را بزرگ و خزاین و ثروتہائے ہنگفت آنہا را تصرف در آوردند از علوم و فنون و صنائع گوناگون بے خبر بودہ اہمیت و قیمت آنہا را درک نمی کردند، سہل است کہ بہ تخریب ہم گونہ آثار تمدن و صنعت و معرفت می کوشیدند"

یہ فقرہ تمہید ہے اعراب کو سب و شتم کرنے کی، وہ وحشی تھے، جانور تھے، چیزون کی قدر و قیمت نہ جانتے تھے
دنیا کے عجائبات مین سے نوشیروان کا ایک قالین[1] ابریشمی، مطلا و مرصع تھا، اس کو پھاڑ کر خراب کیا، رشمین کپڑون کو
ضائع کیا، سونا پھینک دیا، چاندی لے لی، جواہرات کو کوڑیون کے دام بیچ لیا، کتابون کو جلا دیا، اوستاگرو
وغیرہ وغیرہ، اس پر ابن الطقطقی، خان کارا باسیک، براؤن، مالکم وغیرہ کو شہادت مین پیش کر کے قیامت کی
تو یہ کی گئی ہے کہ

"در واقع جائے افسوس است کہ تقریباً دو ثلث کتابہائے کہ در ایران و از طرف ایرانیان برائے
یک ملت فارسی زبان نوشتہ شدہ بزبان عربی است، و ہنوز بسیار از علما و مؤلفین تالیفات خود را بزبان
عربی می نویسند"

مجھے افسوس ہے کہ حضرت مصنف علام اپنے جوش گریہ مین اس اصول کو بھول گئے کہ مہذب و متمدن ملک
پر حملہ کرنے اور فتح کرنے والے ہمیشہ وہ ہوتے ہین جو اس ملک سے کم مہذب اور کم متمدن ہوتے ہین، وفور الم نے اس کو
بھی بھلا دیا کہ ایران کے فتح کرنے کی یہ لم ہے کہ کسی طرح حجاز، بالخصوص کعبہ، ایران کے دست برد سے محفوظ ہو جائے
جس پر حملہ کرنے کی مدتون سے دھمکیان ہوتی چلی آتی تھین، ان کا مقصود جلب منفعت دنیوی نہ تھا، کیا یہ قیاس میں
آسکتا ہے کہ وہ قوم اور اس کے افراد جو روم، ایران، ہندوستان، چین وغیرہ ممالک کے ساتھ تجارت کرتے ہون
نہ جانتے ہونگے کہ چاندی قیمتی ہوتی ہے یا سونا، در و جواہر کی قیمت زیادہ ہوتی ہے، یا کنکر پتھر کی،

صرف یہی صدمات نہ تھے کہ ایران پر پڑے، عربوں کی یہ کیفیت ہوئی کہ وہ ایرانیون کو ذلیل سمجھنے لگے، "اعراب بعلت
تکبر و خود فروشی و انحوت و غرور، رابجا رسانده بودند کہ نام پادشاہان نیک نام و با عدل و داد ایران را نیز

---

[1] اس قالین کے مرثیہ مین دو صفحات سیاہ کئے گئے ہین، اس کا ٹکڑا دانتا کے ایک تاجر کے پاس ہے، اس کی تصویر چھاپی ہے
مجھے اپنے گنوار پن کا اعتراف ہے، شاید اسی وجہ سے اس تصویر کو دیکھکر مین یہ کہتا ہون کہ یہ کوئی عجوبہ نہین معلوم ہوتا، جو اس
قابل ہو کہ اس پر اتنا نالہ و بکا کیا جائے، منہ۔

بزشتی و حقارت بردند"

بلاشبہہ یہ اچھا نہ تھا، مگر اس سے بھی چشم پوشی نہ کرنا چاہئے کہ مفتوح و صد عیب چنین گفتہ اند"
یہ کیفیت دیکھ کر ایرانیون مین انقلاب عظیم پیدا ہوا، اور انھون نے جد و جہد شروع کی، نان کو اپرشین نہین بلکہ

ازین تاریخ ببعد صفحات ایران یک میدان جنگ و جدال برائے اعادۂ موجودیت سیاسی و آزادی معنوی
می گردد"

مگر جب اس سے چندان فائدہ نہ دیکھا تو روح ایرانی اپنی اصلی تجلی مین جلوہ گر ہوئی، یعنی ایران نے تشیع اختیار
کر لیا، چونکہ یہ معاملہ نہایت نازک ہے، اس لئے مین جناب مصنف کو نقل کرتا ہون ۔

"اساس تشیّع در ایران"

"تجلیات این روح جاویدان را در راہ اعادہ استقلال سیاسی و آزادی فکری ایران از پیش نظر گذرانیدن
بے فائدہ نخواہد بود، در قلمرو سیاست می بینیم کہ از ابتدائے اسلام، بخصوص از روزے کہ ایران است سعد ابن وقاص
از طرف خلیفۂ دویم فتح و استیلا گردید، ایرانیان کینہ و حس انتقام در دل خود می پروراندند و این حس کینہ و انتقام
در مواقع عدیدہ خود نمائی می کرد و از پردہ بیرون می افتاد، تا آنکہ با تاسیس فرقۂ تشیع بکلی ظاہر گشت (ارباب
وقوف و اطلاع بخوبی ادراک و قبول میکنند کہ اساس ظہور تشیع، علاوہ بر مسائل اعتقادی و اختلافات نظری
و نقلی، یک مسئلہ سیاسی نیز بود، ایرانیان استیلائے مملکت خود را از طرف اعراب بادیہ نشین و نہب و غارت
خزاین این کشور باستان و قتل ہزاران نفوس بے گناہ مرا از طرف مشتے و بہار پا برہنہ ہرگز نمی توانستند قبول
و عفو و یا فراموش کنند،

محبت مخصوص کہ ابتدائے اسلام ایرانیان نسبت بخاندان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) و حضرت امیر المومنین
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) و اولاد او بہم رسانیدند خیر از [illegible] یک علت سیاسی نیز داشت
دگر نہ ہمہ قبائل عرب و [illegible] پیشوایان [illegible] برائے ایرانیان یکے بود، و با ہیچ کدام خویشی و روابط مخصوص پیش از

وقت نداشتند۔

فرط محبت ایرانیان بحضرت علی و اولاد او (رضی اللہ عنہم اجمعین) از ینجا ناشی بود کہ اولاً حضرت امیر در رعایت جانب اسرائے ایرانی، و در نگہداری حرمت و عزت بزرگان و نجبار ایران کمال ہمراہی می کرد، بر حسب فضیلت و مکارم اخلاق در حق عموم بر طبق احکام شرع مبین رفتاری فرمود، و فرقے میان عرب و عجم نمی گذاشت، چنانکہ معروف است، پس از ینکہ خلیفۂ دویم عمر (رضی اللہ) بدست یک غلام ایرانی، فیروز نام، کہ اعراب اسم ابو لولو بر ایش دادہ بودند کشتہ گردید، عبید اللہ پسر عمر (رضی اللہ عنہ) بمحض این کہ شنید این ابو لولو با ہرمزان ایرانی کہ والی سابق خوزستان، و از بزرگ زادگان و صاحب افسران ایران بود، و پس از جنگہائے خونین با اعراب اسیر شدہ و در مدینہ مشرف باسلام گشتہ و در آنجا اقامت میکرد رفت و آمدی داشتہ است، بدون مشورت با خلیفہ و صحابہ بخانۂ ہرمزان رفتہ، و او را با یک نفر دیگر بکشت، این مسئلہ مایۂ انزجار و حیرت صحابہ گردید، و شکایت پیش خلیفہ سیم عثمان (رضی اللہ عنہ) بردند عثمان (رض) در آن باب مشورت کرد، حضرت علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) فرمود کہ بر حسب حکم قرآن باید عبید اللہ بن عمر (رض) را بقصاص ہرمزان کشت، زیرا کہ یک مسلم را بے سبب کشتہ است، عثمان (رض) ترسیدو از اجرائے حکم قرآن امتناع کرد، و سیاست را بر عدالت برتری داد، و دیت قتل ہرمزان را از مال خود دادہ عبید اللہ بن عمر را آزاد گزاشت[1]، این مسئلہ آتش غضب و کینہ را در دل ایرانیان نسبت بعمر و عثمان (رض) شعلہ ور ساخت، و محبت ایشان در حق حضرت علی امیر المومنین (رض) بیافزود، از آن روز ایرانیان، کہ از پادشاہ و سرپرست محروم ماندہ بودند، بحضرت علی (رض) بانظر حامی و پدر مہربان می نگریستند، و اخلاص خود را در حق او و فرزندان او اظہار می کردند،

و نیز در بعضی از کتب معتبرہ وارد است کہ در باب اسرائے عجم، کہ از جنگ مداین آوردہ بودند صحبت شد،

[1] کذا فی الاصل منہ، نے اس قول کی صحت کے ذمہ دار حضرت مصنف ... منہ

کہ چہ باید نمود، ہر کس رائے می زد، حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرمودند کہ من از پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) شنیدم کہ می فرمودند "اکرموا کریم کل قوم" ... یعنی عجمہا ازاد مرانند، پس از آن فرمودند کہ من سہم خودم را از این اسرائے آزاد نمودم، و حضرت حسین (رض)، و جمعے دیگر ہم متابعت ایشان نمودہ سہمہائے خود را آزاد نمودند، تا بہ این وسیلہ امر منتہی بہ آزاد شدن تمام اسیرہا گردید،

ثانیاً ایرانیان را عقیدہ این است کہ شہر بانو، دختر آخرین پادشاہ ساسانی یزدگرد سیم در میان اسرار ایران پیش عمر ابن خطاب (رض) آوردہ شد و عمر خواست او را نیز مانند اسرائے دیگر در بازار بفروشند حضرت علی ابن ابی طالب مانع آمدہ گفت کہ پادشاہزادہ گان و نجبار را سر عریان در بازارہا کشیدن خلاف ادب است، بالآخر در تقسیم اسرا شہر بانو نصیب فرزند حضرت علی (رض) یعنی امام حسین (رض) گردید، از ان جہت خاندان حضرت علی (رض) در نظر ایرانیان ہم از نژاد ساسانی نسب داشت، و ہم از حیث خویشی با رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) صاحب شرافت و امتیاز مخصوص بود، بدین سبب تنہا این خاندان می توانست بطور مشروع صاحب تخت و تاج کیانی بشود، نیز نظر بہمین نکتہ است کہ علی بن زین العابدین، فرزند ارجمند امام حسین (رض) را، کہ از شہر بانو بود، فخر العرب و العجم می گفتند، چہ از طرف پدر بہ بزرگ ترین عرب، کہ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) بود، می رسید، و از طرف مادر بہ نجیب ترین سلاطین روئے زمین، یعنی پادشاہان عجم منتہی می گردید،

این عقیدہ کہ ایران را جز منسوبین خاندان ساسانی کسے دیگر نباید ادارہ بکند، در نژاد ایرانیان آن قدر رسوخ داشت، کہ چنانکہ خواہیم دید، اغلب سلاطین و امرا کہ بعدہا در ایران حکمرانی کردند، می کوشیدند کہ خود را از نسل ساسانی بقلم بدہند، و ہم چنین کسانے کہ می خواستند میل و خاطر ملت ایران را دست

[1] بعض ایسرچ کرنے والے طلبار کو اس میں شک ہے، لیکن ابھی بیان ہو چکا ہے کہ علی و اولاد علی رضی اللہ عنہم اجمعین نے تمام اسارا کو آزاد فرمایا تھا، پھر شہر بانو کو کیوں قبول کیا گیا، مگر شاید یہ دوسرا واقعہ ہے، ا کذا فی الاصل،

بیاوردند ہمیشہ او را وعدہ میدادند کہ یک نفر از خاندان ساسانی ظہور کردہ سلطنت قدیم ایران را از نو بر پا

خواہد کرد چنانکہ در بعضے از کتب غیبت از جاماسپ نامہ نقل کردہ اند کہ پس از اسلام سلطنت ایران

بر یکے از آل قباد منتہی میکردند، و شیعیان اثنا عشری این یک فقرہ ز آل قباد را امام غایب دوازدہم

خود میدانند کہ از طرف شہربانو از آل قباد است"

اس کے بعد پروفیسر براؤن کی کتاب "تاریخ ادبی ایران" سے اقتباس ہے، جو اقوال بالا کا موکد ہے، میں اسے حذف کرتا ہون،

ممکن ہے کہ میں غلطی پر ہون، مگر تحریر بالا سے جو باتین مستنبط ہوتی ہین وہ یہ ہین:-

(۱) روح ایران نے حس کینہ و انتقام سے مجبور ہو کر شیعیت تصنیف فرمائی،

(۲) آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم و آل علی رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت ایک علت سیاسی ہے، ورنہ تمامہ اعراب و پیشوایان اسلام کشتنی تھے،

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قتل ایرانی سازش کا نتیجہ تھی، (مرد دست اس کا ذکر نہین ہے کہ حضرت عثمان غنی رض نے خلاف حکم قرآن عمل فرمایا)

(۴) روح ایران کو یہ عجیب نسخہ ہاتھ آیا ہوا تھا کہ جب یہ دیکھتی تھی کہ فاتح کا کچھ نہین بگاڑ سکتی تو اس کو اپنے نژاد مین شامل کر لیتی ہے، یہی اکسیر کی چٹکی عربون کے معاملہ مین استعمال کیگئی، اولاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آل ساسان مین شامل کر لیا گیا، اور ہی کو "اعراب برہنہ پا" سے انتقام لینے کا آلہ بنایا گیا، یہ ترکیب روح ایران کے لیئے قابل فخر ہو تو ہو، ہم ہندی نژاد مسلمان، جو کئی صدیون سے تجلیات روح ایرانی سے مبہوت ہو رہے ہین اس کو شرمناک سمجھین گے، ہم ہندوستان کے لوگ، باوصفیکہ دنیا بھر مین سب سے زیادہ بزدل ہین، ہرگز اس کو گوارا نہین کر سکتے کہ جو شخص ہم کو اپنا غلام بنائے، طرح طرح کے ظلم کرے، اس کو اپنی نژاد مین شامل کر لین، اور پھر اپنے شہور مردانگی کی ڈینگین مارین، معاویہ ابن ابی سفیان (رض) نے

زیاد ابن ابیہ کو اپنی اخوت مین لے لیا تو وہ گردن زدنی، اور روح ایران نے سکندر یونانی اور اعراب کو بیٹا بنا لیا تو قابل ہزاران تحسین، یا للعجب!

"ایرانیان در باطن اگر چہ از استیلاء عرب خشنود نبودند، ولے ظاہراً وسیلۂ جلوگیری و کوتاہ کردن دست اعراب را از ممالک خود نداشتند، و بدین سبب ہمیشہ در پے فرصت می گشتند، و حسیات کینۂ خود را در تہ دلہاے خویش نگاہ داشتہ ہموارہ آمادہ قیام جوش و خروش بودند"

اس عرصہ مین کئی انقلابات ہو چکے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، حادثۂ کربلا ہوا، بڑا ستم یہ ہوا کہ بنو امیہ متوالے ہو گئے، مین اس کو تسلیم کرتا ہون کہ اموئیون مین ہزار عیب تھے، جن مین بعض ایسے ہین کہ کسی طرح معاف نہین کیے جا سکتے، لیکن یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ صحیح معنون مین ان ہی کی حکومت سلطنت عربی تھی، روح ایران اس کو گوارا نہین کر سکتی تھی کہ دنیا مین جذبات عرب باقی رہین، چنانچہ حس انتقام کو التہاب ہوا!

"از یک طرف خروج و عصیانہائے، مانند خروج عبداللہ بن زبیر (رض) و مختار ثقفی بنام خون خواہی آل رسول ص بہمدستی ایرانیان بظہور میرسد، و از طرف دیگر اعضاء خاندان حضرت علی با یک ترتیب محکم و پنہانی بر مسند بنی امیہ کاری کردند"

مخبر و قاصد، نقیب و داعی ولایات مین بھیجے گئے اور وہ کر دکھایا کہ

"امروز بزرگ ترین و قوی ترین فرقہاے سیاسی فرنگ"

اس سے زیادہ نہ کر سکین گے، مختصر یہ ہے کہ ابو مسلم خراسانی جیسے روباہ باز، کیاد، دغاباز نے خاندان بنو امیہ کا خاتمہ کر دیا، مگر روح ایران کی بد قسمتی، یا دنیائے اسلام کو دھوکا دینے کا مقصود اصلی کہ بنو امیہ کے بعد جو لوگ عرش بازار ہوئے وہ بھی عرب ہی تھے۔

"اگر چہ خلفائے عباسی از اولاد حضرت علی بن ابی طالب، کہ ایرانیان می خواستند، نبودند،

وے باز بہتر از بنو امیہ بودند، و چون بدستیاری ایرانیان و پامردی ابو مسلم خراسانی بمقام خلافت رسیدند

سلطنت آنان یک سلطنت ایرانی شمردہ می شود"

این مظفریت ایران در شکست دادن و منقرض ساختن بنی امیہ درحقیقت انتقامی بود کہ پس از یک

قرن تمت ایران از اعراب می کشیدند، در ظرف این یک قرن ایرانیان ہیچ وقت فارغ از پروردن

حس انتقام نگشتہ، و باکمال متانت و استقامت و قوت ایمان در پنہانی اسباب آن را فراہم آوردہ

بودند، درواقع ایرانیان آن زمان، بقدر ملل زندہ دل امروزے، در کار و بیدار بودند"

جو بھی تھا، بنو امیہ کی سلطنت سے تھا، ایرانیوں کو خود نمائی کا موقع ملا وغیرہ وغیرہ"

وے این انقلاب ہنوز برائے اعادہ استقلال سیاسی و حقیقی ایران کافی نبود، انقراض بنی امیہ

و استقرائے عباسیان بمسند خلافت رفع عطش از تشنگان زلال آزادی ایران نمی بود، چنانکہ امید

کہ ایرانیان بدان خاندان بستہ بودند بطور دلخواہ حاصل نہ شد"

اتنا غنیمت تھا کہ ابھی بنو عباس تجلیات ایران سے اتنے مسحور نہ ہوئے تھے کہ وہ اپنے نفع و نقصان

کو بھول جاتے؛ ابو مسلم کو جس نے اپنا آلہ بنایا تھا اسی نے اس کو قتل کر کے "خس کم جہان پاک" پر عمل کیا،

روح ایران کچھ متحیر سی رہ گئی، اب اور طرح کی ریشہ دوانیاں شروع کین، تصانیف عالیہ ہو ئین

فلسفہ پر زور دے کر نفس اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کیگئی، فرقہ شعوبیہ کے قیام سے اعراب کی تنقیص

کیگئی، یہ کوشش کیگئی کہ خلافت عباسی تشیع قبول کرلین،

باوجود این احوال و این امتیازہا و نفوذہا کہ این ایرانیان داشتند آنچہ را کہ ایشان می خواستند

بعمل نمی آمد"

استیلاء عرب ویسا ہی باقی رہا، "سردار نامور ایرانی ابو مسلم خراسانی" تو قتل ہو ہی تھا، خلفائے

بنو عباس شیعہ بھی نہ ہوئے کہ کچھ کاربرآری ہوتی، ابو مسلم کے خون کا بدلہ لینے کے بہانہ سے اس عربی سلطنت

کو ضعیف کرنے کی تدابیر کی گئین،

چنانچہ سنباد مجوس کہ دوست و طرفدار او بود، ہوا خاہان زیاد بزودی دور خود جمع کردہ ابتدا شہر قومیش (دامغان)

ورے را کہ ابو مسلم خزائن زیاد درین شہر آخری گذاشتہ بود، تصرف نمود، و آن خزائن را برداشت و اعلان

کرد کہ خیال دارد کہ بر حجاز حملہ ببرد و کعبہ را خراب بکند"

مگر بدقسمتی کہ نتیجہ یہ ہوا کہ سب قتل ہوئے،

زمانہ چند قدم آگے بڑھ چکا تھا، عباسیوں پر ایرانیوں کی طلسم سازی اور نظر بندی اثر کر چکی تھی کہ خاندان

برامکہ کا دور دورہ ہو گیا، ممکن ہے کہ یہ لوگ روشن دماغ ہوں، تاریخ اس کا ثبوت دینے سے قاصر ہے، بڑے

سے بڑا کارنامہ اس خاندان کا یہ ہے کہ اس نے ہارون کو گدی دلوائی، اور یہ جزا پائی کہ سیاہ سفید کے مالک

ہو گئے، اپنے رشتہ داروں کو مالامال کر دیا اور غیر کے مال سے وہ زرپاشی کی کہ ان کی داد و دہش پر تاریخ تحسین

و آفرین کر رہی ہے، مگر جتنی شہرت اس خاندان نے پائی اس سے ہزار گونہ زیادہ یہ لوگ کو رنمک [illegible] تھے، تاریخ کو خالی الذہن

ہو کر بغور ملاحظہ فرمایا جاوے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نمک حرام خاندان ہارون، یا اس کے بعد ہی سلطنت

عباسی کو ایران پہنچانے والے تھے، ہارون آخر رشید تھا، یکایک اسکی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹا، اور طلسم

نظر بندی کا کھیل آخر کب تک رہ سکتا ہے، اس نے سب کو بیک قلم تہ تیغ کر دیا، یقین کیجئے کہ یہ اننتہ گیا، ورنہ

ایران گیا ہی تھا، خدا نے رکھا، مگر روح ایران اور انتقام نے، ناممکن، مرتے ہوئے یہ نمک حرام عباسہ

(اخت ہارون) کا فقرہ الیسا چسپت کر گئے کہ غریب ہارون الرشید کو تا قیام قیامت بدنام کر گئے، لیکن اہل نظر

جانتے ہین کہ اگر یہ آسان تھا جتنا کہ برامکہ کا قتل عام، یاد ہو گا کہ ایک انگریز نے چند ہی روز ہوئے یہ کہدیا تھا کہ

ایک گورے سپاہی کے ایک قطرۂ خون کے بدلہ مین تمام ایران کا خون برابری نہین کر سکتا صرف اس ایک

نفر پر روح ایران کانپ اٹھی تھی، تو کیا ہارون اتنے بڑے جرم کے انتقام مین ایران چھوڑ دینے مین کوئی دقیقہ

لہ ان الفاظ کو لکھ کر کے مین مولوی عبدالرزاق صاحب مصنف البرامکہ سے دست بستہ معافی چاہتا ہون، کیونکہ برامکہ ان کے ممدوح ہین

اس کی شکایت نہ کیجیے کہ ہمارے ہندوستان کے لوگون نے حبِ منفعت کے لئے اس کا لحاظ نہ کیا کہ وہ اولادِ عم
رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی بدنامی کو ہندوستان مین تازہ کرتے ہین اور قصہ باطل پر بے سروپا ناولون کی بنیاد
رکھتے ہین،

این شعلہ بہند گرم خیز است

اینجاست کہ آفتاب تیز است

(اللھم ارحمھم جمیعا) مجھے اندیشہ ہے کہ برکلیون کے متعلق جو کچھ مین نے اوپر لکھا ہے
اس سے میری مخالفت ہو گی، لیکن مین یہ التماس کرون گا کہ مامون جیسا عظیم الشان وارث ہارون، ایران کا نواسا کہا
جاتا ہے، اگر وہ اس خاندان کو ننگ حرام نہ سمجھتا تو ممکن نہ تھا کہ اپنے مامون کے خاندان کو برسر کار نہ کرتا، اس
قول کی یہی شہادت شاید کافی ہو گی،

غرض برامکہ قتل ہوئے، روح ایران اب تک "بریز بریز" پکار کر ان کا مرثیہ پڑھ رہی ہے، چنانچہ ہمارے
مصنف علام نے بھی ان پر چار ورق کالے کیے ہین، اس کے اکثر فقرے بڑے لطیف ہین، مگر مین انھین
حذف کرتا ہون، نتیجہ یہ ہے کہ روح ایران کا یہ تیر بھی خطا کر گیا گو یہ نہین کہا جا سکتا کہ اس کا ترکش خالی
ہو گیا تھا،

ایک بات بطور جملہ معترضہ عرض کرنا چاہتا ہون، مین نے اوپر فرقہ شعوبیہ کا نام لیا ہے، اگرچہ یہ خیال
ہی گستاخی پر مبنی ہے، مگر خیال ہوتا ہے کہ بعض قارئین کرام کو یہ فرقہ یاد نہ رہا ہو اس لئے اس کا ذکر جناب مصنف
علام کی زبان سے کر دینا بیجا نہ ہوگا، وہو ہذا:-

"از ابتداء و استقرار سلطنت عباسیان درمیان ایرانیان یک فرقہ بہم
غیر از شیعہ کہ تقریباً اغلب ملتہائے غیر عرب در آن اشتراک داشتند تاسیس
یافت، فقط نظر این فرقہ این بود کہ تمام فضائل و امتیازات را کہ اعراب

نخوت بستہ و ملتہائے دیگر را حقیر می شمردند و مورد استہزا می ساختند از اعراب سلب کنند و بدین جہت خود
شان را شعوبی (شعوبیہ) می نامیدند یعنی ملی، و منسوب بیک ملت در صورتیکہ اعراب را منسوب بہ
قبائل می گفتند و ادعا می نمودند کہ عرب ہنوز مقام یک ملت را کسب نکردہ است؛ و بدین مدعائے خود
از آیۂ شریفہ یا ایہا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ وجعلنکم شعوباً و قبائل
لتعارفوا، استشہاد می کردند، و می گفتند کہ مقصود از لفظ قبائل طوائف اعراب و از شعوب ملتہائے
ایرانی وغیرہ است کہ درین آیہ بر قبائل مقدم آمدہ است اکثریت این فرقہ را ایرانیان تشکیل میدادند؛
واگرچہ تا یک دبعد موضوع و بہانہ این فرقہ برپایۂ علمی و اخلاقی گذاشتہ شدہ بود، اما در واقع خالی
از اہمیت سیاسی نبود، زیرا تشکیلات این فرقہ یک تیشہ بود کہ بنفوذ و تسلط و تحکم اعراب زدہ می شد
و دماغ تکبر و غرور آنان را بخاک می مالید، و تمام باطل می نمود، آنہا می گفتند کہ نقطۂ نظر اسلام، ہیچ
امتیازے میان مسلمانان نیست و ہمہ مساوی ہستند اگر بارہ ملاحظہ ایمان آوردیم آن وقت
دیدہ می شود، کہ اعراب از چند حیثیت کمتر و پایین تر از ملل دیگر ہستند"

اس فقرہ سے جذبات ایران پر بھی زیادہ روشنی پڑتی ہے، بہر کیف ان لوگون کی تالیف و آثار نے
حسیات ملی ایرانی مین بہت کچھ بیداری پیدا کر دی، لیکن دوسری طرف اعراب کو نژاد ایران سے بیش از پیش
عداوت پیدا ہو گئی، اور بالخصوص حضرات شیعہ ہدف بن گئے، ادھر یہ ہو رہا تھا، ادھر ایرانیون کی تدابیر جاری
تھین اور سلطنت کی جڑین کھوکھلی ہوتی چلی جاتی تھین، خلفا غرق عشرت اور مست بادۂ غفلت ہوتے چلے
جاتے تھے، طاہریون، صفاریون، سامانیون، دیالمہ، غزنویان، سلجوقیان کے دست مال بنے ہوئے تھے،
اور یہ سب کچھ روح ایران کی دستکاریان تھین، انتہا ہے کہ یہ لوگ آداب و رسوم شاہان ایران کے
پابند ہو گئے تھے، یہ نظر آرہا تھا کہ تختہ پلٹنا چاہتا تھا، سلطنت عباسی لب گور ہے، مگر چارہ کار کیا تھا، ایرانیون
کا کو کردینا، ہارون نہ تھا کہ یک جنبش ابرو سب کچھ ہو جاتا ایرانی ہر طرف مسلط تھے، اگر مددگار ہو سکتے تھے تو

دہی، مگر وہی عدوے جان تھے، آخر آخرین تاجدار عباسی کو اسی کے ایرانی وزیر نے ہلاکو کے ہاتھون ہلاک کرایا، بغداد کو لٹوایا، اسلام کا جنازہ اپنے نزدیک اٹھوایا، اور اپنا اور روح ایران کا جی ٹھنڈا کرلیا، یون کئی صدیون کے بعد ایران نے اعراب سے پورا پورا بدلے لیا،

مین کتاب زیر نظر کے صفحہ ۸ تک پہنچ چکا ہون، طول بہت ہوگیا، مین خود گھبراگیا ہون، آخری گیارہ صفحات مین "آخرین تجلی روح ایرانی درعہد صفویان ونادرشاہ" کی جھلکیان دکھلائی ہین، اعراب کی بربادی دبا ہی پر خوب بغلین بجائی ہین، اور "روح ایران زندہ جاویداست" کا عنوان دے کر کتاب کو ختم کردیا ہے،

مگر مین پوچھتا ہون،

کہ کیا ایران اب آزاد ہے؟ کیا اب اُس پر اعراب سے زیادہ، عدوے شدید مسلط نہین ہے؟ جو جواب کا ایران نے اب سوچا ہے وہ واقعی اس امراض لاحقہ کا علاج ہوسکتا ہے؟ یا دوا جو تجویز کیگئی ہے خود مرض امراض نہ ہوگی! اس کو سوچنا چاہیئے کہ یا کہ بریدی یا بختی ماختی، مانا کہ صفویون کا زمانہ اس کے لئے چار دن کی چاندنی تھی، نادر شاہ کے زمانہ سے اندہیری رات شروع ہے، اور اب تو وہ ظلمت ہی کہ معاذ اللہ، ایران نے گریہ قصہ درد وسوختن است ساختن نیست، بہت ممکن ہے کہ انکی دوا اسلامیون سے ملا رہنا ہو جدا ہونا، کیا اس جنگ عظیم کے نتیجہ نے یہ ثابت نہین کردیا کہ فتح ونصرت اتفاق کی ہمرکاب ہے اعراب کو چھوڑ کر کچھ بہت بڑا فائدہ آپ نے نہین اٹھایا، قرآن مجید یا کم از کم اُس کی زبان نے آپ کو ایک بہت بڑی برادری کا ذمہ دار بنا رکھا ہے، عربی کو چھوڑکر دنیائے اسلام کی ہمدردی سے آپ محروم ہوئے جاتے ہین، مین تسلیم کرتا ہون کہ پین اسلامزم ناکام رہا، مگر کیون؟ اس لیے کہ عبد الحمید خان مرحوم کا سایہ اس کے سر سے اُٹھ گیا، ان کے بعد اس کے حامیون نے کچھ راہی اختیار کی، جرمنون کو اپنا مددگار بنایا، وہ خود خود مطلب تھے، اب ایک نئی وبا ہے کہ پھیلی جارہی ہے،

کہین پین ایرانئین ہے، کہین پین تورانئین، کہین ایجپشن، وغیرہ وغیرہ، پین تورانئین یقیناً ناکامیاب ہوکر ختم ہوئی، اور اس نے دنیائے اسلام کی ہمدردی کو کھودیا، کیا آپ کو یقین ہے کہ پین ایرانئین کامیاب ہوگی، پین اسلامزم کو کامیاب بنائیے آپ کامیاب ہونگے، جبل المتین کو پکڑیئے آپ مضبوط ہون گے، سواد اعظم سے نہ بھٹکئے آپ کو سیدھا راستہ ملیگا،

ومن شذ شذ فی النار،

اعلان،

جناب مولوی شہبن خانصاحب مالک اور نیشنل بکڈپو نمبر ۸۳ سیکنڈ مونگ ٹولی اسٹریٹ رنگون دار المصنفین کی طرف سے برما کے ایجنٹ مقرر کیے گئے ہین اور ان کے یہان سے دار المصنفین کی تمام مطبوعات مل سکتی ہین برما کے تاجران کتب ان سے خط وکتابت کرکے کمیشن طے کرلین،

"منیجر"

دنیا مین قرآن شریف کے نایاب نسخے

اور

اون کے خصوصیات و کیفیات

از

مولوی حافظ نذیر احمد صاحب، محقق آثار قدیمہ عجائب خانہ، کلکتہ،

آج مین اس خاص مضمون کو جس کا مین نے دسمبر مین وعدہ کیا تھا مارچ مین پیش کر رہا ہون اس مین
ایسے ایسے نادر اور بیش بہا قرآن شریف کے نسخون کا ذکر ہے جو دنیا مین عدیم النظیر ہین،

مین نے اس مضمون کو چار قسمون پر منقسم کیا ہے:- قسم اول مین وہ قرآن شریف پیش کرونگا جن کو
مین نے کتب خانون کی فہرستون سے چنا ہے، قسم دوم مین وہ کلام پاک ہونگے جنکو مورخین نے تواریخ مین
ذکر کیا ہے، قسم سوم مین وہ قرآن ہونگے جو خاص کسی شخص کی ملک یا قبضہ مین ہین، قسم چہارم مین وہ قرآن
ہونگے جنکو مین نے اپنے زمانہ سیاحت مین کتب خانون مین معائنہ کیا ہے،

ناظرین کرام سے استدعا ہے کہ اگر کسی کی ملک یا کتب خانہ مین کوئی ادر نادر الوجود قرآن موجود ہو تو
اسی سلسلہ مین فقیر کو مطلع کرین تاکہ وہ بھی اس مجموعہ مین شامل ہو جائے، یا اڈیٹر صاحب کو اطلاع دین کہ
وہ مطلع فرمادین اور ایک دلچسپ اضافہ ہو جائے،

نمبر اول مین ایک قرآن ہو جس پر مین نے بیل بوٹے لگا کر اس مین ایک خوبی کا اور اضافہ کر دیا
ہے، تاریخی قدامت اور خط کی حیثیتون سے آپ کو نظر آئیگا جس کے آخر صفحہ کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا
کہ اس قرآن پاک نے دو شاہان صفویہ اسمٰعیل (غالباً اسمٰعیل اول) اور عباس (غالباً عباس اول) کے

کتب خانون کو زیب و زینت دینے کے بعد اکبر شاہ کے کتب خانہ کو زینت بخشی ہے، اور اکبر نے اپنے
دستخط اور تحویلدارون نے اکبر کی مہر اس پر ثبت کی ہے، پھر شاہجہان کے کتب خانہ مین داخل ہوا، اور
دو جلیل القدر عہدہ داران عنایت خان اور فاضل خان نے اپنی مہرین اس پر ثبت کین، پھر اس نے
عالمگیر کے کتب خانہ کو شرف بخشا، اور اعتماد خان منصبدار نے اپنی مہر اس مین لگائی، اس کے بعد اول
صفحہ مین ایک فارسی عبارت نظر آتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۲۵ جمادی الاول ۱۲۵۴ھ مین چند
سرداران ملک سندہ کے درمیان عہد و پیمان ہوا تھا، (غالباً عہد و پیمان کے وقت اس قرآن کو درمیان
مین رکھ کر سردارون نے عہد و پیمان کے پختہ کرنے کے لئے قسم کھائی ہو) اسی قرآن کو پھر سندھ کے الغامی
اون مین شامل کر دیا گیا، پھر ۱۸۵۳ء مین لارڈ ڈلہوزی نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ مین اس در
بے بہا کو تحفہ دیا، اور اب وہ لندن مین انڈیا آفس لائبریری کو زینت بخش رہا ہے،

(۱) یہ قرآن شریف مکمل نہین، چند سورتین ہین، ۲۰۰ صفحات ہین، ہر صفحہ مین دس سطرین ہین، عرض
و طول ۸½ × ۷ ہے، خط کوفی مین ہے حرکات کے لیے سبز اور سرخ نقطے ہین، آیات سنہری نقوش سے
بنے ہین، دس دس آیات کے بعد ایک نقش کلان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دسوین آیت ہے،
اکثر صفحون پر حروف مٹتے جا رہے ہین، اور آخر مین کاتب کا نام یون لکھا ہے:- کتبہ علی بن حمدان،

نمبر دوم مین جو قرآن شریف آپ ملاحظہ فرمائین گے اس مین بھی تاریخی حیثیت سے اور قدامت
نظر آئیگی مگر سب سے آخر مین کاتب کا نام جب آپ ملاحظہ فرمائین گے تو آپ مسرت سے اچھل پڑین گے کہ میرے
خلیفہ حضرت عثمان بن عفان کے مقدس ہاتھ کی تحریر ہے، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال،

اس قرآن پاک نے بھی شاہان مغلیہ کے کتب خانون کو شرف بخشا ہے اس کے آخر صفحہ مین اکبر
بادشاہ کی مہر اور دستخط اور دوسرے امراء کی مہرین بھی آپ معائنہ کرین گے، پھر گردش زمانہ سے یہ قرآن پاک

۱۸۴۵ء مین میجر راولسن پولیٹیکل ایجنٹ ترکی کو جو برطانیہ کی طرف سے کونسل بغداد مین تھا یہ گوہر بے بہا ملتا ہے، اور وہ بھی لارڈ ڈلہوزی کے طرح سنہ مذکور مین ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ مین تحفۃً دیا گیا جو فی الحال لندن کے انڈیا آفس کے کتب خانہ کو شرف بخش رہا ہے۔

(۲) اس مین بھی چند سورتین خط کوفی مین ہین، طول وعرض مین ۹ ½ × ۶ ¾ ہے، صفحات ۱۸۱ ہین ہر صفحہ مین ۱۶ سطرین ہین، سورتون کے نام نہایت ٹیڑھے خطوط مین لکھے ہوئے ہین، اور دس آیات کے بعد ایک ایک نشان ہے جو ہ حرف کی شکل میں ہے جو ایک قدیم مغربی حرف کی طرح ہے، اور ہر پانچ آیات کے بعد حاشیہ پر ایک نشان ہے، اور آخر مین کاتب کا نام یون لکھا ہوا کتبہ عثمان بن [illegible]

نمبر سیوم مین جو چند سُور قرآن کے نظر آئین گے وہ بھی قدامت، طرز تحریر، کتابت، اور تاریخی حیثیت سے دلچسپ ہونگے تاریخی حیثیت سے کہا جاتا ہے کہ تیمور لنگ اس کو ہندوستان مین لایا تھا، پھر اس نے لاہور مین کسی کتب خانہ کو شرف بخشا، اس کے بعد پیرس کے کتب خانہ کو زیب دیتا رہا، اور اب لندن مین انڈیا آفس کے کتب خانہ کو زینت دیتا ہے، کاتب کی حیثیت سے نہایت ہی دلچسپ ہے کہ خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے کاتب ہین، واللہ اعلم۔

(۳) یہ قرآن پاک عرض وطول مین ۵ × ½ ۳ ہے، ۴۰ صفحات ہین، ہر صفحہ مین ۵ سطر ہین، خط کوفی زر دور لکھا ہوا ہے، ہر سطر کے درمیان بہت زیادہ بعد ہے، اور درمیان درمیان حرکات کی جگہ سرخ نقطے دیئے گئے ہین، سنہری نقوش سے آیات بنے ہین، اور دس دس آیات کے بعد ایک نقش کلان سنہری کام کلب، اور یہی ترتیب ہر دس آیات کے بعد ہے، عنوان مین سورتون کے نامون کو پر نہین کیا گیا ہے، خوش قسمتی سے کسی نے بیچ کا غذات ختم کر کے طلائی کامون سے مرصع ومزین کر دیا ہے، اور ابتدا و اخر صفحات کو اعلی درجہ پر نقش ونگار کیا ہے، اور آخیر مین ختم قرآن کے بعد جو دعا معمول ہے یعنی صدق اللہ العلی العظیم، نقوش کے اندر لکھی ہوئی ہے، آخیر مین دوسرے خط مین کاتب کا نام یون ہے: "کتبہ علی ابو طالب"،

چمڑے کی جلد اور ریشم کے جزدان مین ہے،

نمبر چہارم مین ایک قرآن شریف نظر آئے گا جو تاریخی حیثیت سے خالی مگر کتابت، قدامت اور کاتب کی حیثیت سے نہایت اہم ہے، کاتب کا نام جو آخیر مین ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کی تحریر ہے، واللہ اعلم،

(۴) یہ بھی خط کوفی مین چند سورتین ہین، طول وعرض مین ۶ × ۴ ہے، ہر صفحہ مین تین سطرین، اور ۵۲ صفحات ہین، جو ب خط کوفی مین تعجب ناک طریقہ سے یعنی ترچھا لکھا ہوا ہے، حرف لا کو عجیب طریقہ سے لکھا ہے، سرخ نقطون سے جابجا حرکات کے نشان ہین، سنہری نقوش کے آیات مین جو انتہی اعلی درجہ کے مطلا و مذہب ہین، آخیر کے ورق پر بھی خط کوفی لکھا ہوا ہے جو قریب مٹنے کے ہے، اور نقوش کے اندر کاتب کا نام یون ہے:۔ "کتب حسن بن علی"۔

سنہری چمڑے کی جلد مین منڈھا ہوا ہے،

نمبر پنجم مین بھی کوئی تاریخی دلچسپی نہین مگر قدامت، کتابت، روش خط، اور کاتب کی حیثیت سے جس کے نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک کا لکھا ہے، ممتاز ہے،

(۵) اس مین بھی چند سورتین خط کوفی مین ہین جو چوب خط اور لانبے حروف مین لکھے گئے ہین، طول وعرض مین ۴ ¾ × ۴ ہے، ۶۴ صفحات ہین، اور ہر صفحہ مین ۹ سطرین ہین، حرکات سرخ، سبز، زرد، [illegible] رنگون سے بنے ہین آیات زرافشان ہین، اور دس دس آیات کے بعد طلائی کام کا ایک بڑا نقش ہے دوسری

سورۃ کا نام عنوان مین زرافشان زمین پر لکھا ہوا ہے، صفحہ ۴۹ مین کسی نے اپنے نوٹ مین لکھا ہے کہ یہ تحریر بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے (واللہ اعلم) یہ قرآن شریف بھی چرمی جلد اور ریشمی جزدان مین مندرجہ بالا تینون قرآن شریف لندن کے انڈیا آفس لائبریری کو زینت دے رہے ہین، ان پانچون قرآن شریف مین سنہ کتابت نہین،

نمبر ششم مین آپ کو قرآن شریف کی چند سورتین نظر آئین گی جو سیستان مین ۴۸۵ھ مین لکھی گئی ہین یہ اس وقت پیرس کے بیبلو تھیکا نیشنل کے کتب خانہ مین موجود ہے، اس قرآن کو مسٹر شیفر نے خرید اتھا اور ... قلمی کتابون کے ذخیرہ مین یہ ایک قرآن پاک بھی تھا، مسٹر شیفر کا ذاتی کتب خانہ تھا جس مین ۵ ... عربی ... فارسی، اور ۲۰۸۳۰ ترکی قلمی نایاب، بیش بہا کتابون کا ذخیرہ تھا، مسٹر بلاخیت نے، بیبلو تھیکا نیشنل کی طرف سے ان کتابون کی فہرست تیار کی ہے، مگر اس مین اس نے اس قرآن کی کیفیت نہین بتائی صرف تاریخ کتابت لکھی ہے،

نمبر ہفتم مسٹر شیفر کے ذخیرہ مین سے ایک مکمل قرآن پاک، استاذ الخطاط یاقوت مستعصمی المتوفی سنہ ۶۹۸ھ کے دست خاص کا نسخ مین لکھا ہوا بیبلو تھیکا نیشنل کے قبضہ مین ہے، اسی ضمن مین مناسب سمجھتا ہون کہ یاقوت مستعصمی کے دست خاص کے لکھے ہوئے قرآن جس قدر مجھے معلوم ہین سب کو بیان کردون:-

یاقوت مستعصمی کے دست خاص کے لکھے ہوئے اور قرآن شریف کے

چار نسخے ہندوستان مین ہین

(۲) پٹنہ، اورینٹل پبلک لائبریری مین ایک نسخہ مکمل ہے،

(۳) مدراس، احتشام الدولہ کے کتب خانہ مین مکمل ہے،

(۴) لکھنؤ، واجد حسین مرحوم کتب فروش کے ذخیرہ مین اول کے ۱۵ سیپارے نہایت ہی مطلا و مذہب ہین، ہر صفحہ مین آپ ۱۳ سطر پائین گے جن مین اول درمیانی اور آخیر کے سطر جو جب نسخ مین لکھی ہوئی ہین، سنہ ۶۸۱ھ تاریخ ہے،

(۵) اتفاق سے اس کا دوسرا حصہ یعنی نصف آخیر ان کے چھوٹے بھائی عبد الحسین کتب فروش کے ذخیرہ مین تلاش کے بعد ملا، مگر دونون بھائیون مین اس قدر نفاق ہے کہ ہر شخص جدا جدا فروخت کرنا چاہتا تھا، لہذا مین ناکامیاب رہا، واجد حسین کو ڈھائی سو روپیہ مین راضی کیا اور عبد الحسین سے کہا کہ تم بھی ڈھائی سو روپیہ لو مگر اونھون نے ... نصف اخیر کا مانگا، لہذا مین مجبور ہوا، واجد حسین کا حال مین انتقال ہو گیا، اب وہ نسخہ وہان نہین رہا، معلوم نہین کس کے ہاتھ لگا،

نمبر ہشتم، اسکی نقاشی، طلاکاری، آراستگی، خطاطی، کے علاوہ اس مین ایک خاص تاریخی حیثیت بھی ہے، کہ ٹیپو سلطان جس کے کتب خانہ مین چیدہ چیدہ تیس ہزار قلمی کتابین تھین ان مین سے ایک بیش بہا گوہر یہ بھی تھا جو ہر روز شاہ موصوف کی تلاوت کے لیے پیش ہوتا تھا، موصوف اپنی آنکھون کو روز ٹھنڈک بخشتے تھے، اور اب یہ قرآن لندن مین انڈیا آفس کے کتب خانہ مین ہے،

(۸) طول وعرض ۹/۶ ۱۴ × ۱/۸ ۸، صفحات ۵۲۲، فارسی مین سورتون کی فہرست صفحہ ۱ سے صفحہ ۲۲ تک ہے،

فہرست سورہائے کتاب اللہ المجید الخ،

قرآن پاک کی ابتدا صفحہ ۲۵ سے اور اختتام صفحہ ۵۲۰ مین ہوتا ہے، اور عربی دعائین صفحہ ۵۲۱ سے صفحہ ۵۲۲ تک ہین، خط نسخ مین اعلیٰ طرز پر لکھا ہوا ہے، نہایت عمدہ مشرقی جلد بھی ہے،

نمبر نہم قرآن شریف مع ترجمہ فارسی کے اخیر مین مسٹر اے وٹنے (

کا ایک عبرت خیز نوٹ ملے گا جو ایک خاص تاریخی حیثیت سے اہمیت رکھتا ہے، جس سے آپ کے رونگٹے کھڑے ہوجائین گے اور قرآن پاک کی عظمت بھی آپ کو معلوم ہوگی، ایام غدر ۱۸۵۷ء مین شہر لکھنؤ مین بغاوت وفساد کی آگ مشتعل ہوتی ہے، اور جنرل فرانکس ([illegible]ENERAL FRANKS) مع اپنے ۓڈی کیمپ کپتان ہینڈرسن ([illegible]APTION HENDERSON) اور کچھ فوج کے لکھنؤ مین داخل ہوتا ہے اور یہی قرآن اسکو راستہ مین ملتا ہے اور وہ اٹھاتا ہے اور اپنے خزانہ مین رکھتا ہے، اس کے نسبت اس کا یون بیان ہے کہ ایک مسلمان عبادتگذار اپنی جان کے خوف سے اس قرآن کو لیکر بھاگا جارہا تھا راستہ مین مارا گیا، مرتے وقت اس بزرگ نے اس قرآن کو اپنے جسم پر (یا سینہ پر) رکھا یہان تک کہ اسکی روح آشیانۂ خلد برین مین جا بسی (معلوم ہوتا ہے کہ خاتمہ بالخیر کی نیت سے اس بزرگ نے قرآن کو جسم پر رکھا ہوگا، اللہ اللہ یہ کیسے لوگ تھے کہ ایسے سورش کے وقت بھی قرآن کو جدا نہ کرتے، اللھم اغفر لھم بالقرآن العظیم،

کاتب اس کا احمد انصاری المدنی کا لڑکا ہے، دسوین صدی مین زندہ تھا،

(۹) طول وعرض ½۸ × ۱۳ اعلیٰ خط نسخ، ترجمہ فارسی نستعلیق مین، مگر اوراق الٹ پلٹ گئے ہین اور نہایت بے ترتیبی کی حالت مین ہو، ۹۵۵ یا ۹۸۰ھ کی تحریر ہے،

اس وقت یہ بھی لندن کے انڈیا آفس کو زینت دیتا ہے،

نمبر دہم، تاریخی، قدامت، روش کتابت، کی حیثیت سے نہایت وقیع ہے،

مسٹر سیڈنی چرچل (MR SIDNEY CHURCHIL) جس وقت کہ وہ انگریزی سفارت خانہ طہران کے فارسی ترجمانی کے منصب جلیلہ پر مامور تھے، اس وقت خوش قسمتی سے یہ نایاب قرآن پاک دستیاب ہوا تھا جسکی نسبت ممتاز مورخین ومستشرقین کا خیال ہے، کہ قرآن شریف کا ایسا قدیم اور عمدہ نسخہ یورپ مین کبھی بھی جلوہ نما نہین ہوا، یہ برٹش میوزیم کو دیدیا گیا،

(۱۰) طول وعرض ½۸ × ½۱۲، صفحات ۱۲۱، سطرین ۲×۲، لنبائی تحریر ½، انچ خط کوفی چوب قلم، کتابت گھنی، چمڑے کا کاغذ، نہایت مضبوط اور مستحکم،

یہ مکمل قرآن نہین ہے،

نمبر ۱۱، یہ قرآن پاک سر اوسلے (SIR OSALY) کے ذخیرہ کا ہے، اس نے بھی برٹش میوزیم لندن کے کتب خانہ مین دیا ہے، قدامت اور طرز تحریر مین سابق کی طرح اہمیت رکھتا ہے، یہ بھی غیر مکمل ہے،

(۱۱) صفحات ۷، اونچائی ½۱۰، حجم ۱۵، لنبائی ½۹، سطرین ۷، خط کوفی، لمبائی مین لکھا ہوا ہے، کتابت گھنی کاغذ چمڑے کا ماسبق کی طرح،

تذکرۂ گلزار اعظم فارسی،

جنوبی ہند کا ایک بے بہا نسخہ

از

سید فضل الرحمن صاحب معسکر بنگلور،

فارسی شاعری کی نشو و نما آخیر دور مین خاندان صفویہ کے زیر سایہ ایران مین ہوتی رہی، اس مین شک نہین کہ صفوی خاندان کے ہاتھون بہت سے ظلم و ستم تعصب مذہبی کے باعث، سنیون پر ہوتے رہے، لیکن نظر انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ ہر ایک فاتح مفتوح قومون پر شروع مین ضرور ظلم آرائی پر مجبور ہو جاتا ہے لیکن اس کا یہ طرز عمل آیندہ چل کر صورت امن مبدل بہ رحم و انصاف ہو جاتا ہے، چنانچہ شاہ عباس صفوی کل ایران کو زیر نگین کر چکا تو امن و امان اور انتظام مملکت مین مشغول ہوا، اور اسکی یہ مشغولیت کسی ایک خاص شعبہ کیلئے نہین تھی، بلکہ ہر چیز مین نفاست اور تکلف کا استعمال ہوا یہان تک کہ اس کا اثر شاعری پر بھی پڑا[1] اور یہ اثر کچھ معمولی نہین تھا بلکہ اس کی بدولت شاعری معراج کمال پر پہنچ گئی، اسی زمانے مین ہندوستان مین دربار اکبری کے ذریعہ سے تیموری خاندان بھی شاہانہ فیاضیون کا دریا بہا رہا تھا، اگرچہ ایران بھی شاہانہ فیاضیون مین ہندوستان سے کم نہین تھا لیکن ہندوستان کی فیاضی کچھ اور ہی قسم کی تھی، بادشاہ سے لیکر امراء اور وزراء تک فیاضی کا دریا بہا رہے تھے، اس لئے ایران اس فیاضی کا مقابلہ نہین کر سکتا تھا اور ہندوستان کی اس شہرہ آفاق

[1] شعر العجم حصہ سوم،

فیاضی کو دیکھ کر ایرانی شعراء بگولے کے مانند اڑتے ہوئے آتے تھے اور دربار اکبری مین اپنی جولانی طبع دکھا کر ہندوستانی مال و دولت سے ایران کے خزانے پر کرتے تھے،

ہندوستان مین اگرچہ بابر فارسی شاعری کو ہمراہ لایا لیکن اسکی تربیت کا سہرا بیرم خانخانی کے ہی سر رہا اور اس کی سرپرستی مین شاعری درجۂ کمال کو پہنچ گئی، جسکی وجہ بقول علامہ شبلی مرحوم، یہ تھی کہ بیرم خود پختہ کار شاعر تھا اور ترکی اور فارسی زبانون مین شعر کہتا تھا اکثر شعرا اس کے دربار کے ملازم تھے حقیقت مین دیکھا جائے تو فارسی کو جو عروج ہندوستان مین حاصل ہوا صرف دو عظیم ہستیون ہی سے ہوا ایک اکبر جسکی فیاضی کی دھوم چار دانگ عالم مین مچی ہوئی تھی دوسرا بیرم خان جسکی طبع موزون اور مذاق صحیح کے مقابل مین مسلم الثبوت ایرانی شعرا بھی سر تسلیم خم کر دیتے تھے،

اکبری فیاضیان اور بیرم خانی جدت طرازیان اگرچہ ہند مین بھی قائم رہین لیکن وہ آن بان قائم نہ رہی بلکہ دن بدن کمی ہی واقع ہوتی رہی، اور اورنگ زیب عالمگیر کے بعد مغلیہ سلطنت کا رہا سہا شیرازہ بھی بکھر گیا ہر طرف طوائف الملوکی پھیل گئی جو جہان تھا بجائے خود خود مختار بن بیٹھا اور ظاہر ہے کہ اس عظیم الشان انقلاب ملکی سے فارسی شاعری کو کیا کچھ صدمہ نہین پہنچا ہوگا، لیکن خدا کو ابھی بہت سی خدمت اس سے لینی منظور تھی اس لئے اس پر آشوب زمانہ مین دکن مین حیدر آباد، اور مدراس مین والا جاہی حکومت اس وقت خود مختار بنی ہوئی تھی ان کے علاوہ ایک اور جدید اسلامی حکومت کی بنیاد صوبہ میسور مین نواب حیدر علی خلد آشیان کی کوششون سے قائم ہو گئی تھی جن کے زیر سایہ فارسی شاعری کچھ عرصہ کے لئے بجائے مشرق کے جنوبی ہند مین اپنا جلوہ دکھاتی رہی، مشرق و جنوب کی بزم آرائیون مین فرق اتنا تھا کہ مشرق مین خاص ایرانی شعرا کی کثرت تھی برخلاف اس کے جنوب مین اسی کی خاک کے شعرا شمع بزم مشاعرہ تھے اور یہ ایک ایسا شرف ہے جو مشرقی ہندوستان کو نصیب نہین ہوا، چنانچہ خاکسار کے چھوٹے سے کتب خانہ مین تذکرۂ گلزار اعظم فارسی کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جس کے مطالعہ سے مین

ہمیشہ مستفیض ہوتا رہا اتفاق سے میرے مکرم اور علم دوست، دوست محمد یوسف صاحب ونفلائی کی دور بین نظر
اس تذکرہ پر پڑگئی اور وہ اس کو دیکھتے ہی کہنے بلکہ مجبور کرنے لگے کہ ایسی بیش بہا کتاب سے صرف اکیلے
ہی فائدہ اٹھانا انصاف سے بعید بلکہ حد درجہ کی بخالت ہے، چنانچہ آپس مین تبادلۂ خیالات کے بعد یہ طے
پایا کہ پہلے اس کا ریویو صحیفۂ معارف کو بھیجنا چاہئے اور مین ممنون ہون کہ کرمفرمائے موصوف نے مجھکو ایک
ایسا علمی مشورہ دیا کہ دوسرون سے ہرگز ایسی امید نہ تھی،

متذکرۂ بالا اسلامی ریاستون کے زیر سایہ فارسی شاعری نے ایسے ایسے اہل قلم پیدا کئے جن پر
عرصہ دراز تک زمانہ ناز کرتا رہیگا چنانچہ انھی بزرگان سلف کے حالات اس کتاب مین درج کئے گئے ہین،
جس کے مطالعہ سے بخوبی روشن ہوجائے گا کہ قدردانان فارسی مین جنوبی ہند کا نمبر تیسرا ناجاتا ہے حضرت
مولانا طباطبائی جیسے نامور اہل قلم بھی معترف ہین کہ زبان فارسی کا قدردان زمانہ مابعد مین جنوبی ہندوستان
ہی رہا ہے، چنانچہ اس کا ثبوت آپ کے خطبۂ صدارت علمی کانفرنس واغباڑی سے ملیگا،

ابتدائے کتاب مین ایک فہرست چار ورقی لگائی گئی ہے جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ
ایکسو چالیس سے زاید شعرائے نامی کا تذکرہ ہے، کتاب ایک دیباچہ سے شروع ہوگئی ہے، جو بجائے
خود شیراز کا ایک باغ لازوال ہے، جس مین فصاحت کے اشجار جابجا قرینہ سے لگائے گئے ہین نمونہ
کے لئے ملاحظہ ہو ذیل کی عبارت :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ای حمد تو در دل وجان شام وپگاہ	دے نام تو بر نوک زبان درہمہ گاہ
بے فضل تو سویت نتوان بردن راہ	لاحول ولاقوۃ الا باللہ

شگفتگی گلزار سخن باہتزاز نسیم حمد بہار آرائیست کہ چمنستان خیالات رنگین را بہ آبیاری
مضامین دلنشین در خطۂ قلوب نخلبندان حدیقۂ نکتہ دانی سرسبز وشاداب گردانید وگلستان

صنائع لفظیہ وبوستان بدائع معنوی را برنگ وبوئے بلاغت وآب وتاب فصاحت در
گلزمین افزودہ گلچینان گلشن دقیقہ یابی گل گل شگفانید عندلیب دستان سرائے خامہ در
چارچمن صحیفہ بترانہ سنجی ونغمہ سنجی محمدت والائش ہموارہ برنگ برگ گل تر زبان وطوطی خوش
مقال زبان بہ سخن پردازی وافسانہ طرازی ستایش بے منتہائش پیوستہ از شیرین گفتار مکی
لسان شکر شکر افشان لراقمہ،

ہر غنچۂ شگفتہ از ہوائے تو بود	ہر برگ زبانے بہ ثنائے تو بود
ہر نغمہ کہ از مرغ بلند آہنگ است	در گلشن وہر از ولائے تو بود

حمد ونعت ومنقبت کے بعد مصنف کتاب نے کتاب کی وجہ تالیف بیان کی ہے، لیکن اس سے
پہلے مصنف کتاب سے ناظرین کرام کا تعارف کرانا ضروری ہے،

مصنف کا نام جناب امیر الہند والاجاہ نواب محمد غوث خان بہادر متخلص بہ اعظم ہے آپ کی مبارک
ہستی صوبہ کرناٹک مین خصوصاً اور اضلاع مدراس مین عموماً ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھی جاتی تھی آپ کرناٹک
کے خاندان شاہی کے آخری یادگار تصور کئے جاتے ہین، آپ اپنے وقت کے صاحب سیف وقلم تھے
آپ کا شجرۂ نسب ۳۲ واسطون سے جناب فاروق اعظم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، اور آپکی والدہ
محترمہ کا سلسلہ نسب ۲۶ واسطون سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے، گویا آپ گل گلزار
فاروقی بھی ہین اور شاخسار باغ نبوی بھی ہین، آپ نے اپنا حال مختصراً اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۶۲
پر درج کیا ہے چنانچہ فرماتے ہین،

شاخ نسب آبائے من بہ سی ودو واسطہ بدرجۂ صدیقۂ خلافت سرور روضۂ عدالت
شجر باغ اصطفا امیر المومنین خلیفہ ثانی عمر بن خطاب علی صاحبہ وعلیہ التحیۃ والثنا پیوستگی
دارد ونہال نسبتم از جانب ام حبیبہ رضیۂ ضیاء الدولہ بہادر یادگار ضیاء الملک بہادر مرحومین اللہ

بہ بست دنش واسطہ از نخل گلستان ولایت گلبن بوستان شہادت جگر گوشہ بتول نور العین
رسول بخت جگر علی مرتضیٰ سید الشہدا امام ہمام جناب ابی عبد اللہ الحسین علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام بستگی"

ٹائیٹل پیج کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طباعت کے واسطے مسودہ تیار کیا گیا تھا لیکن کسی
خاص نامعلوم وجہ سے طباعت کی نوبت نہین آئی، کاتب کا نام عبد الصمد تحریر ہے اور اس نے نہایت عرق ریزی
وجانفشانی سے اپنے کمال کو ظاہر کیا ہے گویا دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مطبع سے ابھی چھپ کر تیار
ہوئی ہے غالباً کتاب کی تکمیل ۱۲۶۰ھ کے پہلے یا ابتدائے سن مین ہو گئی ہے ہان کتاب کی تصنیف
کا کام ۱۲۵۰ھ کے بعد سے شروع ہوا ہے، ملاحظہ ہو ذیل کی عبارت،

در سال یکہزار و دوصد و پنجاہ و ہفت ہجری نبوی تحریر تذکرۂ شعرائے کرناٹک
بالتزام تسطیر غزلیات ہر یکے بے انتخاب پرداختہ بودم و شام غربت تمنائے الفت پرستان
سخن را بصبح وطن مبدل ساختہ ازان باز متمکن خاطر بود و صورت این آرزو در مخیل دل
جلوہ می نمود کہ اگر زمانہ فرصت دہد تائید حق یاور شود تذکرۂ تازہ با انتخاب اشعار شعرائے
مصدر بتفصیل شطری از احوال کسب استعداد و لیاقت و بلندی از سیر و سیاحت اشیان
و بیان سال تولد و مقام پیدائش و ذکر تالیف و تصنیف و دیگر حالات مناسبۂ اینان، الخ

عبارت بالا سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچتی ہے کہ اس تذکرہ کے علاوہ ایک اور تذکرۂ شعرائے
اطراف کرناٹک کے حالات مین لکھنے والے تھے لیکن افسوس کہ وہ اب تک ہماری نظر سے نہین
گذرا بہر حال یہ تذکرہ گلزار اعظم غالباً ۱۲۵۷ھ کے بعد ہی سے شروع کیا گیا اور ۱۲۶۱ھ مین مکمل ہو گیا، جسکا
قطعۂ تاریخی صفحہ نمبر ۲ مین درج ہے،

چو تیار شد گلشن بے خزان کہ افزاید از سیر آن عقل و ہوش

شدم در پئے نام و تاریخ او ندا کرد، گلزار اعظم، سروش
۱۲۶۱ھ

اس کے بعد صفحہ ۸ سے شعراء کا تذکرہ شروع کیا گیا ہے کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے
کہ عبارت عام فہم بامحاورہ اور حالات ترتیب وار لکھے گئے ہین، در اصل یہی ایک بات قابل تحسین و آفرین
ہے کیونکہ دقیق سے دقیق الفاظ کا زیر تحریر لانا مشکل سے مشکل عبارت کو حوالہ قلم کرنا عام فہم اور
سلیس الفاظ لکھنے سے زیادہ آسان ہے مصنف نے مضامین کو جس جانفشانی سے عام فہم بنایا ہے
قابل داد ہے ہر معمولی استعداد کا آدمی بھی معنی اور مطالب کو بآسانی سمجھ سکتا ہے،

تذکرۃ الشعراء کی ترتیب مین تخلص کے عنوان کے ساتھ حروف تہجی کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے جس سے
کتاب کی رونق دو بالا ہونے کے علاوہ مطالعہ کرنے والے کے لئے ایک آسانی یہ بھی پیدا ہو گئی ہے
کہ جس کے حالات دیکھنا مقصود ہون پہلے اس کا عنوان یعنی تخلص کا معلوم کر لینا ضروری ہے پھر
اس کا سرصرف دیکھنے سے بغیر غور و فکر کے اس کے حالات دیکھ سکتا ہے،

سب سے پہلے جناب مولوی محمد باقر صاحب آگاہ نائطی اثنا عشری کا تذکرہ قلم بند کیا گیا ہے اور یہ
وہی بزرگ ہین جنکی مشہور کتاب ہشت بہشت ہے جو آنحضرتؐ کے حالات مین ہے اور جسکو حال ہی مین
جناب سیماب صدیقی الوارثی نے بامحاورہ موجودہ اردو زبان کا جامہ پہنایا ہے اور اس کے مضامین
کو ۸ چمن پر تقسیم کیا گیا ہے،)

شعراء کے حالات مولانا محمد باقر آگاہ سے شروع ہو کر مولوی خواجہ حمید الدین صاحب یاد کے
حالات پر ختم ہوئے ہین جنکی آخری عبارت یہ ہے

الحمد للہ کہ انصرام این نسخہ بہ حرف اخلاص گردید و قلم از کشاکشی تحریر آرامید،

کتاب کی ترتیب از ابتدا تا انتہا ایک ہی پیرایہ پر کی گئی ہے، پہلے تخلص بجائے عنوان کے
پھر پورا نام پھر سنہ پیدائش، تعلیم و تربیت اور عام حالات ازان بعد سال وفات مع سنہ ہجری کے حوالہ قلم کیا گیا ہے آخر مین کلام کا انتخاب درج ہے

تلخیص و تبصرہ

افسانۂ کہن،

کتبخانۂ اسکندریہ

کتبخانۂ اسکندریہ کے مسلمانون کے ہاتھون سے جلائے جانے کے الزام کی تردید اور اصل واقعہ کی
تمہید مین اس قدر لکھا جاچکا ہے کہ اب اس پر مزید تحقیق کی گنجائش نہین، تاہم اب بھی خود یورپ کی
سے اس الزام کی تردید مین مضامین نکلتے رہتے ہین ابھی حال مین ڈاکٹر گرلیفینی پروفیسر فلورنس کالج
نے الاہرام مصر مین اس موضوع پر ایک مضمون لکھا ہے، جس مین فاضل مستشرق نے حضرت عمرو بن
کی برات کے تمام دلائل جنکو دوسرے مستشرقین نے قائم کیا تھا ترتیب وار جمع کردیا ہے، ہم
کے مضمون کو تھوڑے تصرف کیساتھ یہان نقل کرتے ہین،

" بطلیموس اول نے کتب خانہ اسکندریہ کی بنیاد ڈالی، اس کے بعد اس کے لڑکے بطلیموس
نوس نے اس مین اور اضافہ کرکے اسکو پورے طور پر مکمل کردیا اور اس کے اہتمام کی باگ دیمتریس
نامی یونانی فلسفی کے ہاتھ مین دے دی، یہ کتب خانہ اڑتیس سال قبل مسیح تک قائم رہا، یہان تک
جولیوس قیصر نے دیگر شاہی محلون کے ساتھ اس کو بھی نذر آتش کردیا، اس کے بعد دوسرا کتب خانہ
الابنہ نامی قائم ہوا، جو ۳۹۰ سال بعد مسیح تک رہا، لیکن بعض فرقون نے اسقف تھیوفیلوس کے اشارہ
شہنشاہ تھیوڈسیوس کے ایما کے مطابق جلادیا، فتح اسلامی کے وقت اسکندریہ مین کوئی کتب

مین اس کا نام نہین تھا، جو شخص بطلیموسیون اور رومیون کے دور کے ان آخری کتابون کی طرف رجوع
کریگا جو شہر اسکندریہ کی تاریخ سے متعلق ہین وہ ہمارے قول کی صداقت کا اعتراف کرے گا،
فتح اسکندریہ کے زمانہ ۲۱ھ مطابق ۶۴۱ء سے کامل چھ صدیون تک کسی مسلم یا غیر مسلم مورخ
نے حضرت عمرو بن العاص رض کے کتب خانہ جلانے کا تذکرہ تک نہین کیا،
فتح اسکندریہ پر چھ صدی گذر جانے کے بعد عبداللطیف بغدادی مصر آیا، اور آثار مصر کی تفصیل
مین الافادہ والاعتبار نام ایک کتاب لکھی جس مین اس نے بیان کیا ہے کہ " اس نے بہت سے
ستون دیکھے، " لکھتے لکھتے لکھتا ہے کہ " میرے خیال مین یہ وہی کمرہ ہے جس مین بیٹھ کر ارسطو
تعلیم دیا کرتا تھا، اور یہ وہ دار العلوم ہے جسکو اسکندر نے تعمیر کیا تھا اسی مین وہ کتب خانہ بھی تھا جسکو عمرو
بن العاص رض نے حضرت عمر رض کے حکم سے جلادیا، عبداللطیف بغدادی نے ۶۲۹ھ مین وفات پائی ہے،
اس کے بیس سال بعد مورخ علی بن یوسف قفطی ظاہر ہوا، اس نے ایک کتاب تاریخ الحکماء
نامی تصنیف کی، جس مین عبداللطیف بغدادی کے خیال کو نقل کیا، مگر بغدادی کی عبارت معمولی سادہ طریقہ
کی، اس نے اس مین اور حاشیہ آرائی کرکے ایک قصہ تراشا کہ حضرت عمرو بن العاص رض کے زمانہ مین
اسکندریہ مین یحیی نحوی نصرانی اسقف تھا، لیکن کتب فلسفہ کے مطالعہ کے اثر سے اپنے مذہب سے بدعقیدہ
ہوگیا اور تثلیث کا منکر ہوگیا، یہ نصرانی حضرت ابن عاص رض کا دوست تھا اس لئے ان سے کتب خانہ کی
کتابون کے مطالعہ کی اجازت مانگی، حضرت ابن عاص رض نے حضرت عمر رض سے مشورہ کیا، اپ نے ان کے جلادینے
کا حکم دیا،

ان دونون مورخون یعنی بغدادی اور قفطی کے بعد دوسرے مورخون نے انھین کی کتابون کو
مستند قرار دیا بعضون نے بغدادی سے اقتباس کیا جیسے مقریزی وغیرہ نے اور بعض نے قفطی سے اخذ کیا
جیسے ابوالفرج وغیرہ نے،

حضرت عمرو بن عاصؓ پر اس کے جلانے کی تہمت رکھنا انکی سیاسی نرمی و رواداری کے بالکل متضاد ہے، جس کا اعتراف خود ان کے زمانے کے مشہور مسیحی مورخین نے کیا ہے، مثلاً یحیی نیقیوسی نے اپنی کتاب تاریخ مصر میں قدیم حبشی زبان میں اس نے لکھا ہے اور جس میں اس نے حضرت عمرو بن عاصؓ کی رواداری کی تعریف کی ہے"

ان چھ صدیوں یعنی فتح اسکندریہ ۲۱ھ اور زمانہ عبد اللطیف بغدادی ۶۲۹ھ کے درمیان بہت سے مسلم اور غیر مسلم مورخ ہوئے، لیکن کسی نے یہ الزام حضرت ابن عاصؓ پر نہیں رکھا بلکہ اپنی تصانیف میں اسکا اشارہ تک نہیں کیا،

مسلمانون مین ابن عبد الحکیم، ابن قتیبہ، البلاذری، یعقوبی، طبری، محمد بن موسی کندی صیرفی، محمد بن یوسف کندی، ابو عمر کندی، عمر کندی، ابن زولاق مسیحی القضاعی، ابن صیرفی، سعید ابن بطریق، مسعودی، ابو صلاح ارمنی، ابن مماتی، یاقوت حموی، ابو الفرج اصبہانی، عماد الدین اصفہانی، محمد ابن اسحاق ندیم صاحب فہرست اور غیر مسلمون مین یونانی، قبطی، سریانی، ارمنی، یہود، فرنگ یہ تمام مورخین عبد اللطیف بغدادی کے قبل تھے لیکن کسی نے اپنی تصانیف مین حضرت عمرؓ کے اشارہ سے کتب خانہ کے جلانے کا تذکرہ نہیں کیا،

ان تمام باتون سے مستشرقین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ روایت تاریخی حیثیت سے کوئی حقیقت نہین رکھتی، اس طویل مباحثہ اور تحقیق و تدقیق کے بعد یہ روایت اس قابل نہین رہی کہ اس کے ساتھ کسی قسم کا اعتنا کیا جائے، رہی یحیی نحوی اسکندری کی تصدیق کہ حضرت بن عاصؓ نے جلایا محض بے بنیاد جھوٹ ہے کیونکہ یحیی نحوی مذکور جسکو یونانی یوحنا فیلوبونوس کہتے ہین فاضل ڈاکٹر یوسف مور لاتی کی تحقیق کے مطابق فتح اسلامی کے ایک صدی قبل گذرا ہے ڈاکٹر موصوف نے یحیی کی سوانح عمری لکھی ہے نیز اسکی سریانی اور عبرانی تصانیف شائع کی ہین اس لئے انکی رائے زیادہ قابل اعتماد ہے؛

ڈاکٹر موصوف کے مستندات یحیی کے زمانہ شیخوخت کے وہ تبلیغی لکچر ہین جو ان سے وقتاً فوقتاً شاہ جوستینیانوس کے سامنے دیئے ہین، اس لئے ۵۵۰ء کے بعد زیادہ دنون تک اس کا زندہ رہنا بھی ناممکن ہے، اور حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس کو ۶۴۱ء مین فتح کیا، یعنی اس زمانہ کے ۹۰ برس بعد،

دولت عثمانیہ
کے
زوال کے اسباب

آج کل کے ترک اہل قلم اصحاب مین ڈاکٹر رضا نور بے کا نام خاص شہرت رکھتا ہے، ڈاکٹر صاحب نے "ترک تاریخی رسلی خریطہ لی" کے نام سے ترکی قوم کی ایک تاریخ، قومی نقطہ نظر سے لکھی ہے، جس مین ترکی قوم کے نسبی، جغرافی اور قومی خصائص بتائے ہین، اور ان کے قومی اکابر و مشاہیر اور ہیروُن کے وقائع مرتب کئے ہین، اور اسلام مین دولت عباسیہ کے آغاز سے اب تک کے ان کے کارنامون کی تفصیل کی ہے، ہم اب تک ابو مسلم خراسانی کو ایرانی جانتے تھے، مگر ڈاکٹر صاحب کا دعوی ہے کہ وہ ترک تھا، اسی طرح ابن سینا کو بھی ترک ثابت کیا ہے، شاید اس بنا پر کہ جن شہرون مین انکی پیدائش ہوئی وہان ترکی آبادی غالب تھی، اسی طرح امام بخاری اور جوہری مؤلف صحاح کو بھی ترکون نے اپنی ہی قوم مین شامل کرنا چاہا ہی، یہ اس لئے تاکہ ان کے قومی اکابر و مشاہیر کی مردم شماری مین اضافہ ہو،

اس تاریخ کا ابھی حال مین عربی مین بھی ترجمہ ہوا ہے، مؤلف نے ترکون کی عظیم الشان سلطنت جو دولت عثمانیہ کے نام سے قائم تھی، اسکے زوال کے حسب ذیل چھ اسباب گنائے ہین،

۱۔ دیگر مسلمان اقوام سے شجاعت اور بہادری اور جنگی روح کا فنا ہو جانا، اور صرف ترکون کا تمام مسلمانون کی طرف سے مسیحی یورپ کے حملون کے مقابلہ مین سینہ سپر رہنا، اور اس طرح چند صدیون تک اس کے متواتر حملون کا نشانہ بنتے رہنا،

۲- ترکون کا اپنی قومی عصبیت و وطنیت سے تغافل برتنا، اور تمام محکوم اقوام کو نہ صرف انکی اپنی قومیتون کو باقی رہنے دینا، بلکہ ان کے باقی رکھنے کے لیے کوشش کرنا، اور بے سوچے سمجھے سلجوقیون کی اس طرز سیاست پر قائم رہنا، اس لئے ترکی سلطنت مین کوئی وحدت اور یکجہتی پیدا نہ ہو سکی، اور منتشر و مختلف عناصر کا مجموعہ رہی، چنانچہ سب کو معلوم ہے کہ جب سلطان سلیم اوّل نے تمام یونانیون کو زبردستی مسلمان بنانا چاہا تو شیخ الاسلام زنبیلی علی آفندی نے اسکی مخالفت کی کہ اسلام کی شریعت مین ایسی زبردستی جائز نہین،

۳- حکومت کے نظم و نسق مین مذہب کی مداخلت؛

۴- سلاطین کی جہالت اور مطلق العنانی و خودرائی،

۵- سردی، یاردی، ارمنی، عرب جرکسی اور البانی لوگون کو سلطنت کے بڑے بڑے عہدون پر سرفراز کرنا اور خود اپنی قوم کے نوجوانون کو علیحدہ رکھنا، اس طرح ہر قوم کے کسی باشندہ نے بھی جب اپنے مسلمان ہونے کا کسی نیت سے بھی اظہار کیا، تو ہمارے سلاطین نے اُن پر بھروسہ کرلیا، اور ذمہ داریونکے عہدے ان کے سپرد کر دیئے، اور بالآخر وہ وفادار نہ ثابت ہوئے،

۶- روسی ارتھوڈاکس کلیسا کا دولت عثمانیہ سے اس بنا پر خار کھانا کہ اس نے بیزنطینی سلطنت کو توڑ کر اسکی جگہ خود لے لی تھی، اس لئے روسی، ترکون سے ہمیشہ برسر پرخاش رہے، ترکون کی ہمیشہ کوشش یہ رہی کہ ترکون کو اپنی حکومت مین داخل کرکے اونکو قوم و زبان کے لحاظ سے روسی بنا کر اونکی قومی جذبات کا خاتمہ کر دیا جائے،

لفظ "مجوس"

عربی زبان مین زردشت کے متبعین کو "مجوس" کہتے ہین، یہ لفظ انھین معنون مین قرآن مجید احادیث، اور اشعار عرب مین آیا ہے، ہمارے قدیم عربی لغت نویسون مثلاً مجد فیروز آبادی صاحب قاموس، نیز ابن منظور صاحب لسان العرب اور زبیدی صاحب تاج العروس وغیرہ کے نزدیک فارسی ہے

اور فیروز آبادی نے لکھا ہے کہ اسکی اصل "منج گوش" ہے، آجکل عربی اکاڈمی دمشق کے ایک رکن نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ لفظ حبشی ہے، حبشی زبان مین نکوس، کافر کو کہتے ہین، لفظ مجوس، اسی نکوس کی خرابی ہے اور عباسی حبشیون کے ذریعہ سے عرب تک پہنچی ہے،

بہ تحقیق حقیقت رسی سے اسی قدر دور ہے، جس قدر ایران و حبش کی سرزمین ایک دوسرے سے دور ہین اس تحقیق پر مشرق اور مغرب دونون سمتون کے علما معترض ہین، محمد الکبالی نامی ایک ادیب عرب نے لکھا کہ مجوس و نکوس مین وزن اور بعض حروف کا گو کسی قدر تشابہ اور توافق ہو تاہم ان دونون لفظون کے معنون مین عموم و خصوص کی نسبت ہے، نکوس عام "کافر" کو کہتے ہین، اور مجوس ایک خاص مذہب کے پیرو کو کہتے ہین،

مشہور مستشرق ہارویز صاحب جنکو ہندوستان کے اہل علم مدرستہ العلوم علی گڈہ کے سابق عربی پروفیسر کی حیثیت سے جانتے ہین، وہ فرنکفورٹ سے ایک انگریزی مضمون کے ذریعہ سے رسالۂ المجمع العربی کو متنبہ کرتے ہین کہ "مجوس" کو حبشی لفظ قرار دینا صحیح نہین ہے، عربون اور مجوسیون مین باہمی تعارف حبشیون کے ذریعہ سے نہین ہوا، بلکہ مجوسیون اور عربون کے ذریعہ بلا واسطہ یہ تعارف انجام پایا، مجوسیون نے یمن اور یمامہ مین دخل پیدا کر لیا تھا، شعرائے عرب انکی حقیقت سے واقف تھے، چنانچہ توام شاعر کہتا ہے،

اصاح تری برقاً هبّ وهناً　　　کنار مجوس تستعر استعارا

"اے دوست! کیا اسکی بجلی کو دیکھتا ہے جو آدھی رات کو اس طرح اٹھی ہے، جیسے مجوس کی آگ چمکتی ہے"

آرامی زبان مین مجوس کو "میغوشا" یا "امغوشا" کہتے تھے، اور یونانی مین "ماگوس" کہتے ہین، یہ تمام الفاظ درحقیقت قدیم فارسی کے لفظ "ماغوش" سے نکلے ہین، اور اسی کی یہ مختلف صورتین، اصل فارسی لفظ "ماغوش" ہے، اور آخری حرف "ش" جس کو عرب "س" سے بدل لیتے ہین، فارسی مین الفاظ کے آخر مین ریع کا اعراب ہے،

معارف: ہمارے خیال مین موجودہ فارسی لفظ "مُغ" جس کی جمع "مغان" ہے اور پیر مغان کی ترکیب مین ہماری شاعری کا عام لفظ ہے، اسی اصل فارسی لفظ "ماغو" کی ایک نئی شکل ہے، چونکہ اسلام کی سلطنت مین شراب کی تجارت اور شراب خانون کا کھولنا مسلمانون کے لئے قانوناً منع تھا اس لیے اس کا کاروبار صرف مجوس کے لیے ایران وعراق مین مخصوص تھا، بنا برین "مغ" کا لفظ شراب کی تخصیص کے ساتھ بول چال مین آگیا،

تصوف اسلام

یعنی

اسلامی تصوف کا عطر، قدماء صوفیہ کے حالات اور ان کی تصانیف پر تبصرہ، مؤلفہ مولوی عبدالماجد صاحب بی اے، لکھائی چھپائی عمدہ، ضخامت ۱۲۸ صفحہ،

قیمت عہ/

"منیجر"

اخبار علمیہ

مغربی تاجرون نے اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے اشتہار بازی کے عجیب وغریب طریقے اختیار کئے ہین، پبلک مقامات پر ہوائی جہازون پر سے پھینک کر تقسیم کرنے کا طریقہ جا بجا دیوارون اور لکڑیون وغیرہ پر چپکا کر تو بہت عام تھا، اب سڑکون پر اشتہار کا ایک نیا طریقہ نکلا ہے، ایک چھوٹی چوڑی گاڑی نما چیز پر اشتہار کی عبارت لکھی ہوتی ہے اسکو چلائے جاتے ہین اور اشتہار سڑکون پر چھپتا جاتا ہے، اس سے خواہ مخواہ ہر رہ گیر کی نظر اشتہار پر پڑتی ہے،

کئی سال ہوئے ممالک متحدہ امریکہ کے اخبارات سے معلوم ہوا تھا کہ وہان جہازون مین گرجے بنائے گئے ہین تاکہ مصلی حالت مسافرت مین بھی نماز پڑھ سکین، حال کی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اب ریل گاڑیون مین بھی گرجے بنائے گئے ہین، جنکی لمبائی پچیس میٹر ہے، منبر گاڑی کے وسط مین ہے، مذبح اور باجا بجانے کی جگہ کے علاوہ ساٹھ آدمیون کے بیٹھنے کی کافی گنجائش ہے، امریکہ مین موٹرون سے بھی گرجے کا کام لیا جاتا ہے مگر یہ ریل کے گرجے سے چھوٹے ہین، جس مین صرف مذبح کی جگہ اور کاہن کی نشستگاہ ہے، نماز پڑھنے والے مقتدی باہر ٹہرتے ہین،

اب تک اطبا تشخیص امراض کے لئے متعدد قسم کے آلات استعمال کرتے تھے لیکن حال مین لندن کے ایک شفاخانہ مین ایسا آلہ ایجاد ہوا ہے جس کے ذریعہ سے صرف مریض کی آواز سنکر

تشخیص مرض ہو جاتی ہے نہ صرف تشخیص بلکہ اعصاب کی پوری کیفیت منکشف ہو جاتی ہے، مریض ایک نلی مین بولتا ہے جس کی آواز بجلی کے ذریعہ سے نمبر وار چھپتی جاتی ہے، طبیب اسکو پڑھکر مرض کی شناخت کرکے بتادیتا ہے کہ مریض کتنی مدت مین شفایاب ہوگا،

فرانسیسی ڈاکٹر نوبان نے عمل جراحی سکھانے کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے، جس مین بغیر عمل جراحی کے کمرے مین آئے ہوئے طلبہ کی کثیر جماعت نہایت آسانی سے پورے عمل جراحی کی کیفیت دیکھ کر سیکھ سکتی ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ اطبار ایک کمرے مین بیٹھتے ہین اور مریض ان کے سامنے ہوتا ہے اور بجلی کی روشنی اوپر سے پڑتی ہے، جس کا عکس بلوری شیشون کے ذریعہ دوسری جانب جہان طلبہ موجود ہین ایک دیوار پر پڑتا ہے اور طلبہ نہایت آسانی سے پورے عمل کو دیکھتے ہین، مزید تفہیم کے لئے جراحی کے کمرہ مین ایک آلہ رکھا ہوتا ہے جو سرجنون کی آواز منتقل کرکے طلبہ تک پہنچاتا رہتا ہے، اس سے وہ اطبار کی آواز بھی سنتے جاتے ہین اور عمل کا بھی مشاہدہ کرتے جاتے ہین،

یورپ کی بہت سی عورتین سیر و تفریح کی غرض سے ہوائی جہازون مین سفر کرتی ہین، شغل پرواز مین تمام اقوام کی عورتین حصہ لے رہی ہین مگر ان مین غالب عنصر امریکن اور یورپین عورتون کا ہے ایک چینی عورت نے ...۰۰۲ کلومیٹر ہوا مین سفر کیا میڈم فور بافیبہ کی سیاحت کا اندازہ ۵...۰۰ کلومیٹر کیا جاتا ہے،

تسنوکین چینی خاتون اس مین خاص شہرت رکھتی ہے یہ خاتون چینی فوج مین ایک معزز عہدہ پر ممتاز ہے اور چین کی قابل قدر جنگی خدمات اس نے انجام دی ہین،

امریکہ کے ایک باشندہ نے ایک نقاب اس قسم کی تیار کی ہے جس سے نیند فوراً آجاتی ہے، جو اشخاص فقدان نوم کے شاکی رہتے ہین ان کے لئے بہت مفید ہے، اس نقاب کے چہرہ پر ڈال لینے سے ہر قسم کی روشنی دور ہوجاتی ہے اور ایک خاص قسم کی تازگی ظاہر ہوتی ہے، جس کی وجہ سے فوراً نیند آجاتی ہے،

ابھی تک عام خیال تھا کہ تیز برقی رو کے مس ہونے سے فوراً موت واقع ہوجاتی ہے، کیونکہ بجلی کے اثر سے قلب سمٹ جاتا ہے جس سے خون کی روانی بند ہوجاتی ہے، لیکن حال کے بعض ڈاکٹرون کا خیال ہے کہ صرف پھیپھڑے کی حرکت بند ہوجاتی جس سے دم رک جاتا ہے، اور ظاہراً علامات موت طاری ہوجاتے ہین، مگر حقیقتہً انسان مرتا نہین ہے، اگر بروقت مناسب تدابیر اختیار کیجائین تو سانس چلنے لگے گی ورنہ پھر واقعی موت طاری ہوجائیگی، بعض ڈاکٹرون نے دل نکالکر اسکی درستی کا قصد کیا مگر خطرے سے خالی نہین ہے کیونکہ اس مین بہت زیادہ احتیاط اور چابکدستی کی ضرورت ہے، اس کے علاوہ دوسری صورتون مین مصنوعی تنفس پیدا کرکے خون روان کیا جاسکتا ہے، جس سے اصل تنفس پیدا ہوجانے گا اور زندگی خطرے سے محفوظ ہوجائے گی،

ایک امریکن ڈاکٹر نے صاف اور لطیف ہوا کے ذریعہ سے معالجہ کا طریقہ ایجاد کیا ہے اس نے ... فٹ لمبا اور دس فٹ چوڑا ایک صندوق بنایا ہے جس مین بہتر مریض آسانی سے بیٹھ سکتے ہین مریضون کے بیٹھنے کے بعد اس کو اس طریقہ سے بند کردیا جاتا ہے کہ ہوا آجا نہ سکے اس کے بعد نلکی کے ذریعہ سے ہر خانہ مین ۲۰ پونڈ ہوا پہنچائی جاتی ہے ڈاکٹر موصوف کا دعویٰ ہے کہ درد وجع مفاصل وغیرہ کی

قسم کے تمام امراض اس طریقہ سے دور ہوجائین گے،

مسٹر فورڈ امریکن نے "بڑے شہرون کا مستقبل" ایک مضمون لکھاہے جس مین وہ لکھتے ہین کہ مستقبل قریب مین بڑے شہرون کی سکونت ناقابل برداشت زحمتون کی وجہ سے ناممکن ہوجائیگی، کثرت آبادی کا طبعی اقتضا ہے کہ معمولی مکانون کا کرایہ بہت زیادہ ہو، سامان خورد ونوش نقل و حرکت کے وسائل کی قلت کی وجہ سے گران قیمت ہوجائین یہ تمام اسباب انسان کو ایسے مقامات پر زندگی بسر کرنے پر مجبور کرین گے، جنکی آبادی ساٹھ ہزار سے زیادہ نہ ہو، حالانکہ تمام دنیا مین اتوقت تین سو ایسے شہر ہین جنکی آبادی دس لاکھ سے متجاوز ہوچکی ہے،

کسانون کا عام اعتقاد ہے کہ کوؤن کا وجود زراعت کے لیے نقصان دہ ہے اسی بناپر ممالک متحدہ امریکہ کے کاشتکارون کی ایک مجلس قائم ہوئی تھی کہ وہ اس دشمن زراعت ہستی کے نیست ونابود کرنے کے وسائل اختیار کرے، لعبض علمی انجمنون نے کوؤن کی قطع نسل کے خیال سے انکی غذا کی علمی تحقیق شروع کردی آنتون کی تشریح سے معلوم ہوا کہ کودے بہ نسبت غلہ کے، غلہ برباد کرنے والے جراثیم زیادہ کھاتے ہین جو زراعت کے لئے نہایت درجہ مفید ہے اس جدید تحقیق سے وہ سابق بدظنی خوش ظنی سے بدل گئی، یاللعجب!

برطانیہ اور ہندوستان کی آبادی اور دولت کا اندازہ مندرجہ ذیل اعداد سے ہوسکتا ہے جو ۱۹۱۳ء کے ہین،

ممالک متحدہ برطانیہ،		ہندوستان	
آبادی ......۴۵،	آمدنی ......۲۲۵ پونڈ،	آبادی ...۳۲۵،	آمدنی ......۲ پونڈ
محصولات ....۱٫۷۰ پونڈ،		محصولات......۵۰ ۴ پونڈ	

ادبیات

رباعیات گرامی،

مرسلۂ رشید راحل صاحب نعمانی،

(۱)

دل بستگیِ فسون طرازی دگراست — دل گیرئیِ ذوق دل نوازی دگراست

این بازیِ عشق ہست بازیچہ مسنج — بازی دگراست عشق بازی دگراست

(۲)

از تخت شہنشہی فقیری خوشتر — در سلسلۂ فقر اسیری خوشتر

بر چرخ از ہلالی یوشان سخنم — بیتم ز مقامات حریری خوشتر

آسودہ دلا حالِ دلِ زار چہ دانی — آشفتگیِ سینۂ افگار چہ دانی

اے خفتہ با یوانِ مقرنس لبصد آرام — تکلیفِ نمِ دیدۂ بیدار چہ دانی

از چشم جگر ریز یک اشکے نہ چکیدہ — احوالِ شبِ دیدۂ خونبار چہ دانی

اے آنکہ لبصد عشرت وآرام نشینی — در نیم شبے گریۂ بیمار چہ دانی

بر مسند نسرین وسمنہا کہ بہ خوابی — آزار خلشہائے سرِ خار چہ دانی

اے مرغ سحر بر سرِ ہر شاخ نشینی — فریاد دلِ مرغِ گرفتار چہ دانی

تو بار سبک کردہ بمنزل کہ رسیدی — واماندگیِ راہ و گرانبار چہ دانی

غزلؔ

از

سیّد محمد ہادی مچھلی شہری بی اے، ال، ال بی وکیل علی گڈھ،

کیسی حیات اور کہان کا وجود تھا
اک نقشِ بے ثباتِ غمِ ہست و بود تھا

دل زخم خوردۂ ہوسِ اعتبار ہے
ہر لطفِ دوستون کا برنگِ حسود تھا

آسائشِ حیات و غم و رنجِ روزگار
اک مرکزِ خیال پہ سب کا وجود تھا

دل کھو کے مین تو سارے بکھیڑون سے چھٹ گیا
برہم زنِ خیال زیان تھا نہ سود تھا

حدِ نگاہ دیدۂ ظاہر کی بنگیا؛
وہ آسمان جو آہِ مسلسل کا دود تھا

مین کیا بتاؤن عشق مین کیونکر بسر ہوئی
برقِ بلا کی زد مین ہمیشہ وجود تھا

پابندیون سے ہو سکی عمر بھر نجات
ہر کام میرا شکوۂ گزارِ قیود تھا

دو دن کی زندگی تھی مگر رائگان تھی
مین بلبلے کی طرح سراپا نمود تھا

سوزِ جگر سے تھا مرا قائم فروغِ زیست
ہر داغ دل کا چشم و چراغِ وجود تھا

جب دم گھٹا تو رو لئے تسکین کیلئے
سوزِ جگر کا نالہ گزرگاہِ دود تھا

رکھ لی تغافل نے بے کسی مدعا کی شرم
اچھا ہوا کہ وقت محبت وجود تھا

داغِ جگر سے راہ مصیبت کی کٹ گئی
گویا چراغ اک سرِ راہِ وجود تھا

راہِ طلب مین جس نے گرایا تھا بار بار
افتادگی نہ تھی مرا شوقِ سجود تھا

قدون سے خاکِ دل کے نمود و فنا ہوئی
ہادیؔ مرے زبان مین محبت کا سود تھا

غزل

جناب حافظ خواجہ محمد ممتاز بخت صاحب نقشبندی الوالعلائی شہر ڈھاکہ

ہر جگہ چرچا ترا اے جلوۂ جانانہ ہے
دل مین تیری یاد ہے لب پر ترا افسانہ ہے

عشق مین کسکو تمیزِ کعبہ و بیت خانہ ہے
جس جگہ سر جھک گیا سمجھا درِ جانانہ ہے

دوڑتے ہین سیکڑون فتنے قدم کے ساتھ ساتھ
آپکی طرزِ روش بھی کتنی بیباکانہ ہے

یا الٰہی آج زہد و اتقا کی خیر ہو
ساقیِ پیمان شکن کے ہاتھ مین پیمانہ ہے

اس طرح مصروفِ آرائش بھی ہوتا ہے کوئی
رخ بدستِ آئینہ گیسو بدستِ شانہ ہے

ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے داستانِ حسنِ عشق
خاک وہ سمجھے گا جو اس راہ سے بیگانہ ہے

دیدنی ہے شعلہ انگیزی شرارِ عشق کی
یہ وہ چنگاری ہے ہر دل جس سے آتشخانہ ہے

حسن کی تصویر وہ ظالم کہ سر سے پاؤن تک
ہر ادا دلکش ہے ہر انداز معشوقانہ ہے

جو نہین ہین آشنائے لذتِ حرص و ہوا
بوریائے فقران کو مسندِ شاہانہ ہے

ہم گنہگارون پہ اے ممتاز یون ہنستا ہے شیخ
جیسے اس کے ہاتھ مین فردوس کا پروانہ ہے

لمعات

از جناب اثر صہبائی بی اے، (آنرز)

عشق جنون پرست ہون بادہ کشِ الست ہون
میکدۂ ازل کا ایک رندِ سیاہ مست ہون

زاہدِ کم نظر نہ کچھ اس کے سوا سمجھ سکا
کافر و بت پرست ہون جام و سبو بدست ہون

تجھ کو خیال حور ہے مجھ کو خیال طور ہے
ہان! تو خدا پرست ہے ہان مین صنم پرست ہون

بزمِ نجوم مین اثر کوئی نہین ہے امتیاز
مین ہی اسیرِ حلقۂ دامِ بلند و پست ہون

اوراقِ پارینہ

صمدنیات

از

مولوی سیّد مقبول احمد صاحب، ایم، آر، اے، ایس، (ایف، آر، ایس، اے)

لطیف بُود حکایت دراز تر گفتم،

بزرگانِ معارف! اس سلسلۂ ناکوتاہ سے عاجز آگیا ہون، آپکی بے لطفی اور پریشانی خاطر کا اندازہ ہے، لہٰذا ع قدمِ شوق تیز تر بہتر، کم لکھون گا اور مختصر لکھون گا

جن جواہر پارون کو آج پیش کرنا ہے وہ اسی معدن علم و فن خاکِ صمدن سے ملے ہین، لکھی کہہ چکا ہون کہ یہ قصبہ صدیون تک مشہور، علم و کمال کا مخزن اور مشائخ کرام و سادات عظام کا مسکن رہا ہے، اعادہ کی ضرورت نہین، امیر المجاہدین عضد السلاطین امام الحجۃ شیخ الاسلام والمسلمین امیر رفیع الملتہ والدین طاب ثراہ بن علامہ سید ضیاء الدین خلف اوسط امام السید بدیع الحسینی "سادات صف شکن" سے تھے، طوس و مشہد رضا علیہ السلام سے ہندوستان کو ہمایون بادشاہ کی امداد کے لئے آئے، بعد فتح دعوت حق و دین اللہ تعالیٰ مین مصروف ہوگئے، پرانی دلّی مین پہلے قیام فرمایا، پھر دائرۂ دولت وحشت سے دور اور دنیوی ہنگامون سے جدا رہنے کے خیال سے دربار سلطانی چھلے آئے اور سو کوس کے فاصلہ پر سکونت اختیار کی، صمدن کی بنیاد اپنے رفیق طریق سید عبد الصمد جامی کے نام نامی پر ڈالی، یہان ان کے دلدار شد امیر میران سید علامہ ابو الفرح عبد الفتاح سنہ ۱۰۴۲ھ

...ین پیدا ہوئے، پرورش و تعلیم دہلی مین پائی، جونپور مین شیخ محمد صدیقی عم شیخ احمد ملا جیون سے معقولات پڑھین، شاہ عبد الرحیم دہلوی کے شریک درس رہے، ملا محمد ہراتی اور ملا اخوند کابلی وغیرہما سے ...یل فرمائی، فتاوائے عالمگیری کی ترتیب و تالیف مین دیگر علماء و مشاہیر کے قوت بازو تھے، ید بیضا کے تذکرے مین عرض کرچکا ہون کہ مورخ نامی میر غلام علی آزاد جو بلگرامی کہلاتے ہین ...دابت شیخ غلام حسن تھین ان کے بزرگ اسی قصبہ صمدن کے باشندے تھے اور بالفاظ ولیم اردین مستشرق آنجہانی اسی کو رہیہ کے،

حضرت صمدن کشف فضل و علم ۔۔۔ کان شرف مخزن ارباب حلم

یہان کے سادات بہ تقاضا، وطلب معاش یا تعلقات و قرابت مختلف اطراف و نواحی کو گئے اور وہین کے ہو رہے، پچھلی صدی مین یہان کی عظمت و شہرت کی یادگار یا علم و عمل کا تنہا علم بردار سند العصر میر سید غلام حسین حسینی رضوی کا خاندان رہ گیا تھا، میر صاحب اواخر عمر مین فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے پروفیسر اور اس سے پیشتر ایوان نظامت مرشد آباد مین آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کے ...بل متعلق تھے، انھون نے تصانیف منیف کا ایک گرانمایہ قلمی ذخیرہ چھوڑا جو ان کے خاندان کی

...اس نادر کتاب کی تالیف و تدوین کی ضرورت سے تمامی ممالک محروسہ کے جلیل القدر علماء و فضلا، بارگاہ خسروی مین مدعو کیے گئے تھے، اور اس دینی و دنیوی نظام کا سر رشتہ ملا نظام کے ہاتھ مین دیا گیا تھا، عظیم الشان کتب خانہ شاہی کی ...تمام کتابین اس نیک مصرف اور ان بزرگون کے تصرف کیلئے وقف کردیگئی تھین سید ابو الفرح کو صف اول مین جگہ دیگئی تھی، روزینہ ...تھا جو بخشش شہنشاہی کی سب سے بڑی شرح تھی، تاہم اس کام پر دو لاکھ سے زاید خرچ پڑا تھا، یہ کتاب عالمگیر کے عہد دولت مہد کا بہترین ...اور بلکہ ہندوستان مین مسلمانون کے شش صد سالہ عمل و حکومت کی بے نظیر یادگار رہے، ادق اصطلاحات اور پیچ در پیچ عبارات ...سے احتراز کرکے اسکو نہایت سہل و عام فہم طرز سے لکھا گیا ہے جس سے استخراج مسائل و احکام فقہی مین بڑی آسانی ہوگئی ہے ...ہر گروہ اسلام کے مفتی اور فقیہ اسکو بڑی قدر کی نظر سے دیکھتے اور "فتاوائے ہندیہ" کا بے تکلف اپنی تحریرات مین سند و حوالہ دیتے ہین

ایک دوسری شاخ مین موجود و محفوظ ہے، ان کے فرزند اکبر سید علامہ علی تھے، ۱۳۱۸ھ مین پیدا ہوئے
سید دائم علی نام تھا قلندر زادہ "سید" تخلص کرتے اور قلندر علی بھی کہلاتے تھے، بعد وفات پدر کلکتہ، دہلی،
لکھنؤ اور جونپور گئے علوم شرعیہ مین سید کبیر الدین احمد خان بہادر بہاری (المشہور بہ علی نقی قاضی القضاۃ
نظامت عالیہ شرقیہ بعد ازان مفتی دائر سائر کورٹ جہانگیر نگر ڈھاکہ) کے تلمیذ رشید اور مولانا عبد العزیز دہلوی
کے معاصر تھے، میر قلندر علی نے زیادہ عمر نہین پائی لیکن اپنی اسی عمر کا بڑا حصہ مشاغل وعظ و تدریس مین
بسر فرمایا، ایک سادہ وضع عالم باعمل اور انکے متوسطین کی بسر اوقات کے لئے معافی سلطانی اور عساکر
برطانیہ کے عہدہ میر منشی اور ترجمانی کا مشاہرہ کافی تھا اس عہد جوہر شناس مین شرفائے فرنگ اور ملکی و
فوجی عہدہ دار ایسے حضرات کی بڑی قدر و عزت کرتے تھے، سید صاحب کو معاش مقرر اور فتوحات نیاز مندی
کے علاوہ بڑا نفع یہ حاصل ہوا کہ انگریزون کی صحبت مین رہ کر انگریزی مین کامل استعداد حاصل کر لی دوران
قیام بنگالہ مین اپنی تصانیف طبع و اشاعت کا اچھا موقع مل گیا، انیسوین صدی کے اوائل مہمات اور
لشکر کشی مین ان کو اکثر جانا پڑا اور افسوس ہے کہ اس قسم کے ہنگامہ رستخیز مین ان کے بہت سے مسودے
اور تالیفات اور نادر الوجود کتابین ضائع ہوگئین، تاہم اس عاملہ عالیہ کے خزانہ مین متعدد بیش بہا تصانیف
اب بھی موجود ہین،

(۶) مفید الصبیان

اخلاق و آداب کی تعلیم مین نہایت اچھی ہے، اسی اعتبار سے بعض دیگر تصانیف مین مفید الاخلاق
کے نام سے اس کا حوالہ دیا ہے، آج سے پورے سو برس گذرے کلکتہ کے مطبع قادری مین ۱۲۳۳ھ ہجری
مین چھپی تھی، صفحات کی تعداد ۲۰، تقطیع ۱۱، انگشت لمبی، ۷، انگشت چوڑی ہے، فی صفحہ سترہ سطرین ہین،
چھاپہ نستعلیق آہنی ہے مگر آیات و احادیث نسخ مین ہین، ہر فقرہ کے ختم پر ستارہ نما پھول ہے، تصغیر یا ایجاز و
اختصار کے بدولت اب یہی قلی اسٹاپ ہو گیا ہے، آخر مین غلط نامہ بھی شامل ہے، اغلاط کا شمار گیارہ

تک پہنچا ہے، اسکی جلد ابری کی اور کونے اور پشتہ پہ چمڑا، اسی عہد کہن کا یادگار ہے، سر ورق غالباً علیحدہ نہ تھا
زبان فارسی سلیس، جابجا برمحل اشعار، اور رنگینی عبارت کی چاشنی بھی موجود ہے، مثلاً
"بزرگے در وصیت یکے از پردگیان حرم خود فرمودہ است"

عصیتان را بہ مقام جلال	جلوہ حرام است مگر با جلال
دیدہ بہر روئے نباید کشاد	پائے بہ ہر کوئے نباید نہاد
ہر کہ بجز جفت حلالت بود	رُخ منما در ہمہ حالت بود"

طفلان نوخیز سے لے کر پیران دیرینہ سال تک کو دنیا مین رہ کر جن باتون کے جاننے اور برتنے
کی ضرورت ہوتی ہے سب کو اس پانچ جزء کے مختصر رسالہ مین لکھ دیا ہے اور با این ہمہ کہ ایک عالم دین
کے قلم سے وہی نکلا ہے جو نصوص قرآنی و احادیث و اقوال و افعال بزرگان متشرع سے پایا جاتا تھا یہ امر
بھی ملحوظ رکھا گیا ہے کہ اس دستنبوئے نصیحت و موعظت سے غیر مسلم طالب بھی مستفید و متمتع ہو سکے
اس لئے انکی دلچسپی و معلومات دُنیوی اور نصایح سبق آموز سے دریغ نہین فرمایا گیا ہے،

اس کتاب کے دسوین تذکرہ "ماں باپ کے حقوق کے جاننے" کے ذیل مین ایک واقعہ لکھتے ہین
کہ صوبہ بہار مین ایک دانشمند ادائے نماز فریضہ مین مشغول تھے، ان کی ماں نے امتحاناً اسی حالت مین پکارا
اور فرمایا کہ بیٹا! مجھ ضعیفہ کی پسند کے قابل پینے کی تمباکو نہین ملتی ہے، تکلیف اٹھا رہی ہون، سعادتمند
فرزند نے رحمت ایزدی کی وسعت پر تکیہ کر کے تحریمہ نماز کو توڑ دیا اور اس قاعدہ فقہیہ سے کہ جب حق اللہ
اور حق العباد جمع ہون تو حق عبد کو ترجیح دیجائے ادائے خدمت مادری مین سرگرم ہوگئے، کئی جگہ جا کر سب سے
اچھی تمباکو تلاش کی، اُس کو لیکر ماں کے پاس تضرع کنان آئے، مہربان ماں نے انکی یہ حالت دیکھ کر
پوچھا کہ تمھین یہ رنج و پریشانی کس بات سے ہے؟ عرض کیا کہ ترک خدمت سے، ماں نے بہ اقتضائے
شفقت اپنی خوشنودی و رضامندی ظاہر کی اور بہت سی دعائین دین "

ضروریات زندگی و نصایح و آداب کے سلسلہ مین تقریباً ہر قسم کی باتین آگئی ہین، الفاظ و اصطلاحات
وعناصر و اخلاط و اجناس و ادویہ کی تفصیل مین عربی و فارسی اصطلاحات اور اسمار کے ساتھ ساتھ ہندی کے
وہ معانی اور الفاظ بھی لکھ دیئے ہین جو آج سے ایک صدی قبل عوام کی زبانون پر روان تھے اور جنکو آج
کی سنسکرت نما بھاشا نے ٹکسال باہر کر دیا ہے، یہی کیفیت اجزاے و اشیائے خانہ داری اور اہل حرفت
و روزگار کی تعلیم اور معدنیات کی تفصیل مین نمایان ہے،

صفحہ ۱۰ پر ایک جگہ پوری ایک سطر چھپنے سے رہ گئی تھی مگر باوجود گنجائش و سہولت کے بین السطور
مین نہین بلکہ حاشیہ پر پورے صفحہ کی درازی مین طابع نے اسکو چھاپا ہے جسکی گہری سیاہی بتاتی
ہے کہ محض اسی ایک چھٹی ہوئی سطر کے بدولت یہ صفحہ دوبارہ پریس مین دابنا پڑا ہے اور کفایت و آسان
پسندی سے قطع نظر کیا گیا ہے؛

کتاب اخلاق جلالی کے پرداز پر ترتیب دیگئی اور زیادہ تر مسلمانون کے کام کی چیز تھی اس لئے
اگر اسکی تصحیح مین سید محمد دانش فرخ آبادی کا ہاتھ شریک ہوا تو باعتبار ہم وطنی و یک جہتی بالکل حق بجانب تھا
لیکن دوستو! جانتے ہو کہ میر قلندر علی کو یہ زحمت کیون اُٹھانا پڑی؟ تکلیف دینے والے عزیز نہ ہم زبان
تھے نہ ہم قوم نہ ہم مذہب، بلکہ بابو سکھی رائے، و بابو پل دھرلا، و مادھب چندر چودھری صاحبان تھے
جنکی توجہ و التفات سے اس کا انجام ہوا، وہ زمانہ شناش قوم جس نے آج زبان انگریزی کے قلمرو مین اپنے
ہر فرد کو رومیش چندر دت اور رادھا کومود مکھارجی بنا دیا، اور ربیندر ناتھ ٹیگور کے سے سحر نگار اور جادو
بیان پیدا کر رہی ہے، ایک صدی پہلے ایسے بنگالی پیدا کرتی تھی جو فارسی کے لئے مایۂ ناز ہوتے تھے،
کچھ قرن بیشتر بابو دوارکا ناتھ دیب کلکتہ کے مردم خیز خطہ سے اُٹھکر فارسی کی بڑی بڑی کتابین علم الاشیاء اور
فن نقل بندی کی انگریزی مین ترجمہ کرکے شائع کرتا تھا تو آج بھی اسی جماعت کا ایک قابل فخر خلف جدو ناتھ سرکار فارسی کی
ضخیم تاریخون کی ورق گردانی اور اُن سے اخذ و استنباط کرکے دنیائے علم و کمال کو نوید بقا دے رہا ہے، فرق یہ ہے کہ

اس وقت یہ فیضان عام تھا اور آج مخصوص خواص ہے،

(۷) عقاید المؤمنین،

یہ بھی حضرت قلندر کی تصنیف ہے، اس کو ہنگام قیام ملک بنگالہ مخدوم محمد معصوم اور چند دیگر اعزہ
کی فرمائش سے لکھا تھا، بالفاظ مصنف یہ سلیس ہندی زبان مین ہے مگر حقیقتاً اسکی زبان وہی شستہ، روان
اور عام فہم اردو ہے جو سو برس پہلے اہل علم و سادگی پسند شرفا مین رائج تھی، چھاپہ آہنی اور اسی تقطیع کا ہے
جو مفید الصبیان کا ہے، سطور کی تعداد بھی وہی، سترہ فی صفحہ ہے، افسوس ہے کہ ایسی عمدہ اور نافع کتاب
کا کچھ حصہ تلف ہو گیا ہے، ممکن ہے کہ اس کا کوئی کامل نسخہ امپریل لائبریری[1] یا مدرسہ عالیہ[2] کلکتہ مین موجود
ہو اس نواح کے کتب خانون مین اس کا وجود تو نہین پایا جاتا،

جیسا کہ اس کے نام سے واضح ہوتا ہے یہ رسالہ مسلمانون کی تعلیم و عمل کے لئے لکھا گیا تھا، اس
مین محض عقائد اسلامی بیان کئے گئے ہین، دین و دنیا کی باتین چونکہ نظم مین بہ آسانی یاد ہو جاتی ہین اور
نشو و نما پانے والے دماغون مین زیادہ محفوظ رہتے ہین اس لئے یہ چٹخارہ کسی قدر تیز کر دیا گیا ہے اشعار ی
جس رنگ مین اور جس غرض سے کہگئی تھی بہت کامیاب رہی ہے، پرانے محاورات اور زبان کے بعض
مسامحات کو لامحالہ نظر انداز کرنا چاہئے،

(۸) فوائد المتعلمین،

میر صاحب کی یہ ایک تیسری تصنیف مکتوبی ہے، معلوم نہین کہ طبع ہونے کی نوبت پہنچی یا

[1] یہ ہندوستان کا سب سے بڑا کتب خانہ ہے، کلکتہ مین ہے، سرکاری ہی بعض دیگر امرا اور اہل ذوق ارباب خیر نے
اپنی نادر علمی و قلمی ذخائر حوالہ کرکے یہان محفوظ کرا دیئے ہین، [2] مدرسہ کلکتہ کو ۱۷۸۰ع موافق ۱۲۰۵ ہجری مین
لارڈ ولس ویلزلی صاحب گورنر جنرل نے السنۂ و علوم مشرقیہ کی تعلیم و بقا کے لئے قائم کیا تھا،

یا نہین؟ اگر پہنچی تھی تو کوئی مطبوعہ نسخہ یہان کے کتب خانون مین موجود ہے، یا نہین؟ اس کتاب کے ابتدائی
اوراق بھی دستبرد روزگار سے غائب ہوگئے ہین، نام کا پتہ خاتمہ سے چلتا ہے، اہل پارس کے فن نحو
(غالباً اس وقت جمع بنانے اور "قواعد" کہنے کا التزام نہ تھا) اور حروف مفردہ و صیغہاے مشتقہ وغیرہ
غرض ہر قسم کی باتون کو کتب مطولہ سے نکال کر اس مین یکجا فراہم کر دیا ہے، اس رسالہ کے دیکھنے
سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کی کتنی وسیع نظر فارسی زبان اور اساتذہ کے کلام پر تھی اور کیسے کیسے
چیدہ و پسندیدہ اشعار نظایر مین پیش کئے ہین، اہل ایران اور مشاہیر شعرائے ہند کے سوائے علیہت
و بنگالہ کے بعض مستند سخنوران فارسی کا کلام بھی امثال مین ملتا ہے، عرفی شیرازی، نظیری، امیر خسرو
خسرو دہلوی، فردوسی طوسی وغیرہم کے ہمدوش و ہم عنان شہیدی گجراتی، رکن الدین سلہٹی وغیرہما بھی
نظر آتے ہین، یہ رسالہ اپنے موضوع و فن مین نہایت جامع و مکمل لکھا گیا تھا، مگر اس وقت اس کے
صرف انتیس ورق ۱۲×۸ کی تقطیع کے موجود ہین ہر صفحہ مین چودہ سطرین، اطراف کی جدول ندارد ہے
جو معمولاً سیاہ و سُرخ لکیرون سے خوشنمائی اور نظر فریبی پیدا کرنے کے لئے بنائی جاتی ہے، صفحات
پر شمار کا ہندسہ بھی نہین ڈالا گیا ہے، البتہ پرانے دستور کے مطابق سلسلۂ بیان و شناخت سلسلہ کے
واسطے ختم صفحہ پر اگلے صفحہ کا پہلا لفظ دیا ہے، کاتب نے اپنا نام نہین لکھا مگر اس کا خط نہایت صاف،
دلکش، خوددرو پختہ ہے، انداز تحریر خصوصاً،

"تمام شد نسخہ فوائد المتعلمین من تصنیف میر قلندر علی صاحب بتاریخ ششم دوم ساون روز
شنبہ بسنہ ۱۲۳۳ فصلی بوقت شام یعنی غروب آفتاب"

کہہ رہا ہے کہ اس کو کسی ہندو (غالباً برہمن) نے نقل کیا ہے، جس کے نیچے "قلندر علی الحسینی ۱۲۳۳ء مہر ثبت ہے"
عنوان اور الفاظ ممیزہ و علامات شعر و مصراع تو خ شنجرف سے لکھے گئے ہین، حواشی پر جابجا
اس قدر ترمیمات و اصلاحات و اضافات کئے گئے ہین جس سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ مسودہ پھر صاف

کر لیا ہوگا، بعض اغلاط و تصحیحات تو اس قسم کی ہین جنکی نسبت کہا جاتا ہے کہ "درین تصنیف کاتب را از
مصنف زیادہ دخل است"

اسی مجموعہ کے آخر مین مرزا احمد بیگ صاحب المتخلص بہ طپان کی چار غزلین شامل ہین جو حضرت
قلندر کے تلامذہ سے تھے، ان کا کلام صاف اور پاکیزہ ہے، عیوب شاعری سے مبرا، طپان نے اونکو
اپنے قلم سے لکھ کر اپنے استاذ علام کو کے نذر کیا تھا، بعض اشعار تفنن ناظرین کے لئے درج کئے جاتے ہیں،

(۱)

شب تنہائی کا اے سروردان حال نہ پوچھ — آہ مین، آہ کوئی مونس و غمخوار نہ تھا
مین دکھاتا تجھے لطف چمن اے شنگ چمن! — جوشش پر رات مرا دیدۂ خونبار نہ تھا
آتش غم کے بجھانے کو شب فرقت مین — دیدۂ تر کے سوا کوئی مددگار نہ تھا
ناحق آنے کو کیا منع طپان کو تم نے — وہ سوا دید کے کچھ تم سے طلبگار نہ تھا

(۲)

رات کو چرخ سے ٹوٹا نہ ستارا ہوگا — آہ سوزان کا مرے کوئی شرارا ہوگا
جابجا برق کے گرنے کا سبب کیا ہے — نگہہ گرم کا جانان کے اشارا ہوگا
ہم کو آتا ہے نظر کوچۂ دلدار مین آہ — صورت نقش قدم حال ہمارا ہوگا

(۳)

جب اسکی ابروئے خمدار کا خیال کیا — اجل نے آکے دہن جان کا سوال کیا
ہزار صورت گل داغ کھائے سینے پر — تب اشک سُرخ سے نخل مژہ کو لال کیا
اے شیخ جی کو تاسف اسی کا ہے ساقی! — کہ مے سی چیز کو حق نے نہ کیون حلال کیا

(۴)

کیونکر بُرا کہین نہ ہم اپنے نقیب کو بچھڑا کے ہم سے پھر نہ ملایا حبیب کو

بلبل کا حرف واقعہ سنکر وہ غنچہ لب کیا رہ گیا دباتے ہی دانتون مین جیب کو

سنتے ہی میرے سوز وفغان کو چمن مین گل نالے سب اپنے بھول گئے عندلیب کو

جز دید اور کچھ نہین لیتا مین آپ کا مجلس سے کیون اُٹھاتے ہو تم مجھ غریب کو

سائل ہوا جو یار سے بوسے کا کل طپان

سنتے ہی اس نے دُہین اٹھایا غریب کو

سیرۃ النبی صلعم

جلد سوم

جس کے مقدمہ مین اولاً نفس معجزہ کی حقیقت اور اس کے امکان وقوع پر فلسفۂ قدیم علم کلام، فلسفۂ جدید اور قرآن مجید کے نقطہائے نظر سے مبسوط بحث وتبصرہ ہے اور اس کے بعد خصائص نبوت، یعنی مکالمہ الٰہی، وحی نزول ملائکہ، عالم رویا، معراج اور شرح صدر کا بیان ہے، پھر وہ آیات ومعجزات مذکور ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین ہے، لبعد ازین وہ ہے جو مستند روایات سے ثابت ہین، پھر معجزونکی غیر معتبر روایات کی تنقید کا باب ہے اور آخر مین وہ بشارات نبوی ہین جو صحف سابقہ مین موجود ہین اور جن کے حوالے قرآن مجید وحدیث مین مذکور ہین اور آخر مین خصائص محمدی کا باب ہے،

قیمت درجہ اول عـہ ر

درجہ دوم سے ر

تقطیع کلان تعداد صفحات ۶۱۸،

"منیجر"

باب التقریظ والانتقاد

تاریخ الدولتین،

اس سے قبل معارف کے کسی گذشتہ نمبر مین تاریخ الدولتین پر جو تنقید شائع ہوئی تھی اس کے جواب مین مولانا فتحپوری نے حسب ذیل تحریر بھیجی ہے،

ایک الزام مجھ پر یہ ہے کہ مین نے تاریخ الدولتین کو اس طرح شائع کیا گویا کہ وہ میری ہی اصل تالیف ہے، حیران ہون کہ فاضل نقاد نے یہ کیونکر سمجھ لیا جبکہ سرورق پر صراحتاً (طرحتوام) مقتبس از تاریخ التمدن الاسلامی لکھا ہوا ہے، پہلے سرورق پر اس کا اندراج بیشک نہین ہے، سو اس مین میرا کیا قصور ہے، اس کا جواب وہ ہو سکتا ہے جس نے اُسے شائع کیا ہے،

(۲)۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس کتاب کے ترجمہ کی ضرورت ہی کیا تھی جب کہ اس سے قبل وہ اردو مین آچکی ہے، اس اعتراض کا دوسرا حصہ صحیح نہین، کیونکہ اس وقت تک اس کتاب کا ترجمہ اردو مین نہین ہوا، ضرورت کے متعلق بھی ناشر سے جواب طلب کرنا چاہئے، مین نے فرصت کے اوقات مین ایک خاص خیال کے ماتحت اس کتاب کا اقتباس کر کے رکھ لیا تھا، لیکن بعد کو جامعہ ملیہ نے اس کو لے لیا اور شائع کردیا اس حال مین کہ مجھے نظر ثانی کا بھی موقع نہ دیا گیا،

چونکہ جرجی زیدان کی تحریرین تعصب سے خالی نہین ہوتین، اس لیے مین نے اپنے خیال کے مطابق ان ... بعض التقلیم ... کو حذف کر دیا تھا جو قابل اعتراض ہو سکتے تھے، لیکن ممکن ہے کہ اب بھی بعض نامناسب جملے ... رہ گئے ہون اور یہ بھی ناممکن نہین کہ بعض جگہ ترجمہ مین غلطی ہو گئی ہو، لیکن جو الفاظ تنقید مین بہ تصریح

درج کیے گیے ہین ان کے غلطی کا تعلق یکسر طباعت یا صفائی مسودہ سے ہے کیونکہ دو مرتبہ جامعہ ملیہ کے شعبۂ
تصنیف و تالیف نے اس کے بعض اجزا ضائع کر دیے اور ہر مرتبہ مجھے اصل مسودہ کی نقل کر کر کے بھیجنی پڑی
اس لیے بعض تحریری غلطیون کا باقی رہجانا بالکل قرین قیاس ہے،

۲- اسی سلسلہ مین فاضل نقاد نے پروفیسر سرکار کے بعض ان مضامین کا بھی ذکر کیا ہے جس کا ترجمہ
نگار مین بلا حوالہ شائع ہوا تھا، لیکن جب یہ ترجمے شائع ہوئے تھے اسی وقت نگار مین ترک حوالہ کی غلطی کا
اظہار کر دیا گیا تھا اور لکھ دیا گیا تھا کہ کاتب کے سہو اور کاپی دیکھنے والے کی غلطی سے ایسا ہوا، لیکن باوجود اس
اعتراف کے فاضل نقاد نے زمانہ مین اسکا ذکر کیا اور اب تاریخ الدولتین پر تنقید کرتے ہوئے بالکل خلاف
اس مسئلہ کو چھیڑ دیا،

۳- صحابیات کے متعلق فاضل نقاد نے فرمایا ہے کہ وہ بالکل سیر الصحابیات کی نقل ہے، حالانکہ وہ اصل
ماخذون کو سامنے رکھکر لکھی گئی ہے، سیر الصحابیات سے زیادہ واقعات اس مین درج ہین اور صحابیات کی
تعداد بھی زیادہ ہے،

سیر الصحابیات، اسطر کے مسطر پر ۱۰۹ صفحات کو محیط ہے، صحابیات ۲۵ سطر کے مسطر پر ۲۴۰ صفحات
مین تمام ہوئی ہے اور اس لیے ڈیوڑھی ضخامت رکھتی ہے، سیر الصحابیات مین ۵۴ صحابیات کے حالات درج
ہین اور صحابیات مین ۸۰ صحابیات کے، سیر الصحابیات مین بعض مقامات پر اصل کتاب کے حوالہ کی عبارت درج
نہین کیگئی، صحابیات مین اکثر مقامات پر وہ عبارت بھی درج کیگئی ہے اور اگر کہین اختلاف رائے ہوا ہے
تو اسکو بھی ظاہر کر دیا گیا ہے،

یہ ظاہر ہے کہ حالات و واقعات تو بہر حال ایک ہی ہونگے اور ان مین کوئی تبدیلی نہین کیجا سکتی، اس
لیے سیرت یا تاریخ کے ہر کتاب کے متعلق یہی حکم لگایا جا سکتا ہے، حالات صحابیات کے ماخذ محدود و متعین
ہین اور کسی سے پوشیدہ نہین ہین، اس لیے ہر لکھنے والا انھین سے استفادہ کرنے پر مجبور ہے

آخر مین مجھے صرف ایک امر اور عرض کرنا ہے، مولوی نجیب اشرف صاحب کسی خاص سبب کی بنا پر مجھ سے
[illegible] کا مجھے علم نہین) برہم ہین تو اس کا اظہار تنقید مین نہ ہونا چاہئے تھا جس سے تنقیص و مخالفت نمایان ہو،
مین نے کبھی فضل و کمال کا دعویٰ نہین کیا، کیونکہ مین حقیقتاً کوئی کمال اپنے اندر نہین رکھتا، البتہ
[illegible] طالب علم کی حیثیت سے لکھنے پڑھنے کا مشغلہ ضرور رکھتا ہون اور اس سلسلہ مین مجھ سے غلطیون کا
ہونا محال نہین ہے، لیکن اگر ان غلطیون کی طرف توجہ دلانے مین نرمی سے کام لیا جائے اور درشت
لہجہ اختیار نہ کیا جائے تو کیا حرج ہے،

خاکسار

نیاز فتحپوری

معارف: یہ سب سے پہلے ہم جناب مولانا نیاز صاحب فتحپوری کے شکر گذار ہین کہ انھون نے ان الزامات کی تردید کی کوشش کی، اس اعلاقی
[illegible] کی بھی داد نہ دینا بے انصافی ہے، مگر افسوس ہے کہ مولانا کے عذرات کو قبول کرنے کیلئے ہم آمادہ نہین، اگر صرف ایک مضمون کیساتھ "کاتب" کی پردہ پوشی
[illegible] کا عذر تسلیم کر لیا جائے تو ان بیسیون مضامین و رسائل کا کیا عذر کیا جائے جو مولانا کے نگارخانہ مین بکثرت موجود ہین اور جن مین سے ہر ایک تعلی
[illegible] کی خاموش زبان پر یہ شعر ہے، ؎ غارت بتخانہ چین کردہ ام تا صنمے چند گزین کردہ ام،

"الہلال مصر" کے نائل کا ذکر یہان بیسود ہے، کہ ہم سے زیادہ نیاز صاحب اس "راز و نیاز" سے واقف ہین،

"تاریخ تمدن حدیث"، کے انقلابات مین یہ چیزین نئی نہین ہین، ع خوشتر آن باشد کہ الخ،

صحابیات اور سیر الصحابیات کے توافق کا راز عنقریب کھل جائیگا، اور معلوم ہو جائیگا کہ اہل نظر کی نگاہون سے بچکر نکل جانا کتنا مشکل ہے، عربی ماخذون
[illegible] کے ساتھ ان کے عربی ترجمون کے اتحاد کی کوئی تاویل آپ نے بیان نہین کی، لفظی اور عبارتون کا الٹ پھیر اور ربط الخ کو کہین چھپا کوئی بڑا کمال نہین
[illegible] نقل کی غلطیون مین بھی اتحاد ہے، اس بیسیون [illegible] جن چند کو آپ نے بڑھا ہے، وہ یقیناً [illegible]
[illegible] کے تحت مین کچھ آپ نے لکھا ہے اس مین شان تحقیق نظر نہین آتی، جو سیر الصحابیات اور صحابیات کی مشترکہ سیرتون مین نظر آتی ہے اور ان راستون مین سوائے
[illegible] کوئی اور چیز آپکی رہبری نہین کرتی، والعاقل تکفیہ الاشارۃ،

مطبوعات جدیدہ

پیام امین، مولوی محمد عبداللہ صاحب منہاس ملک کے ان چند علم دوست اصحاب مین
ہین جو ایک مدت سے علمی مشاغل مین مصروف ہین، اس وقت ان کی ایک جدید تصنیف پیام امین
ہمارے سامنے ہے جس مین قرآن مجید پر مختلف حیثیات سے نظر ڈالی گئی ہے سب سے پہلے "اشاعت قرآن
کی مختصر تاریخ" ہے جس مین یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانون نے حفاظت قرآن کے لئے کیا کیا طریقے استعمال
کئے، حفاظ قرآن کا صحابہ کرام مین کیا مرتبہ تھا، کتابت قرآن کی خدمت کن صحابہ سے متعلق تھی، آیات
قرآن کن کن اشیاء پر لکھی جاتی تھین، پھر قرآن مجید کس طرح ایک مصحف مین آیا، جامع قرآن
کون ہے، خلفائے اسلام نے قرآن مجید کے ساتھ کس طرح اعتنا کیا، قرآن کریم افریقہ یورپ اور
دیگر حصص عالم مین تدریجاً کس طرح پہنچا، دور صحابہ کے مصاحف کہان کہان گئے اور اب کہان
کہان ہین، دوسرے باب مین یہ دکھایا گیا ہے کہ یورپ مین قرآن مجید کے کتنے عربی ایڈیشن شائع
ہوئے ہین شائع کرنے والے کون لوگ ہین، ایک ایڈیشن دوسرے سے کن کن خصوصیات مین ممتاز ہے،
تیسرا باب تراجم قرآن کا ہے، پہلے مغربی زبانون کو لیکر بتایا ہے کہ "مغرب کی کن زبانون
مین قرآن کریم کا ترجمہ ہو چکا ہے، کن کن لوگون نے ترجمے کئے، کیون کئے، کب کئے، اور کہان سے
شائع ہوئے، پھر اسی طرح مشرقی زبانون کے تراجم کا ذکر کیا ہے اور اس باب کے استقصا کے
بعد واضح ہوتا ہے کہ مغربی اور مشرقی زبانون مین عام ازین کہ وہ علمی ہون یا نہ ہون بہت کم ایسی
زبانین ملین گی جن مین قرآن کریم کا ترجمہ نہ ہو چکا ہو،

پھر ایک نہایت وقیع اور مفصل باب "قرآن کریم مستشرقین کی نظرون مین" قائم کیا ہے جس مین
...یا گیا ہے کہ مستشرقین یورپ نے جو کسی مشرقی خصوصاً اسلامی لٹریچر کو بغیر تعصب کی عینک کے نہین
...ے کس طرح قرآن مجید پر نظر غائر ڈالنے کے بعد اسے دنیاوی اور آسمانی کتابون مین سب سے برتر
...تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہین،
سب سے آخر مین "تعلیم قرآن کے نتائج" کا باب باندھا ہے جس مین بتایا گیا ہے کہ دہریون نے
...کن الفاظ مین تعلیمات قرآن کے نتائج کا اعتراف کیا ہے پھر عیسائیون کے نقطۂ نظر سے تعلیمات قرآن
کے کیا کیا نتائج مرتب ہوئے اور کتاب کی سب سے آخری فصل مین بتایا گیا ہے کہ ایک عالمگیر شخصیت
نے تعلیمات قرآن پر غور کرنے کے بعد اس کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے،
غرض کتاب مجموعی حیثیت سے مستحق ستائش ہے، حجم ۸۰ صفحہ طباعت و کتابت اچھی ہے قیمت
...دفتر شرکت ادبیہ امرتسر سے مل سکتی ہے،

برہان القرآن، یہ کتاب مولنا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب اور مولوی احمد الدین
صاحب کے ایک تحریری مناظرہ کا مجموعہ ہے جس مین اس مسئلہ پر بحث کیگئی ہے کہ حدیث قابل حجت
...ہے کہ نہین، حجم ۱۸۰ تقطیع ۲۰×۲۶ کتابت و طباعت معمولی ہے اور مولا بخش اللہ بخش سوداگران
...صابون بازار سرکی بندال امرتسر کے پاس ۱۴ر کا ٹکٹ بھیج کر طلب کیجا سکتی ہے،

دُر آتشہ، ملک کے مشہور شعراء نے وقتاً فوقتاً انگریزی نظمون کے جو ترجمے اردو مین کئے
ہین، شیخ غلام محی الدین صاحب ایم اے نے ان بکھرے ہوئے موتیون کو منتخب کر کے ایک سلک
مین منسلک کر دیا ہے، اس مجموعہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ اردو ترجمہ نظمون کے مقابل اصل انگریزی
نظمین بھی درج کر دی گئین ہین، ضخامت ۱۲۵ صفحہ ہے، جو انگریزی نظمون کے ساتھ اسکی دونی ہو جاتی
ہے، تقطیع ۱۸×۲۲ کتابت و طباعت اچھی اور جلد خوشنما ہے قیمت مجلد طلائی ۱۲ر بلا جلد ۱۰ر،

سار بان، عہد خلافت فاروقی کا ایک سبق آموز قصہ ہے جو دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا گیا ہے لیکن کہین کہین زبان مین "پنجابیت" نمایان ہے،

کتابت وطباعت متوسط ہے ضخامت ۳۲ صفحہ قیمت ۴ر پتہ منیجر مسلم بک ایجنسی لاہور،

جہنم کی آبادی، یہ روس کے مشہور ومعروف مصلح کاؤنٹ ٹالسٹائی کی ایک اصلاحی تصنیف بصورت افسانہ ہے جس مین مذہب عیسوی کی مسخ شدہ صورت کو اس کے اصلی خال و خط مین نمایان کیا ہے، مولانا عبدالرزاق ندوی ملیح آبادی نے اپنے خاص انداز مین اسے اردو کا جامہ پہنایا ہے ابتدا مین مولانا ابو الحسنات ندوی مرحوم کا ایک فاضلانہ مقدمہ ہے،

حجم ۸۰ صفحہ کتابت وطباعت اچھی اور سرورق خوشنما ہے قیمت ۵ ر پتہ نمبر ۱۸ برہان الدین احمد مظہری پریس خلاصی ٹولہ کلکتہ،

نور اللغات، کسی زبان کے وسیع اور علمی ہونے کے لیے سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ اس کا مکمل اور مستند لغت مرتب کیا جائے، اس اصول کے مطابق اردو زبان کے لئے بھی ضروری تھا کہ اس کا کوئی مستند لغت موجود ہو جناب امیر مینائی مرحوم نے گو یہ سلسلہ شروع کر دیا تھا لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی اس لئے صرف ایک بار شائع ہو کر ناتمام رہ گئی، مولوی نور الحسن صاحب بی اے وکیل خلف جناب محسن کاکوری نے اس کا بیڑا اٹھایا ہے اور زیر تبصرہ کتاب انکی کوششون کا پہلا ثمرہ ہے،

جناب مولف نے تحقیق الفاظ ومعنی، محاورات وضرب الامثال تذکیر وتانیث اور بصورت اختلاف مستند شعرا کے کلام سے استناد کیا ہے الفاظ کے طریقہ استعمال وغیرہ پر خاص توجہ کی ہے امید ہے کہ جناب مولف کی یہ سعی حامیان اردو کے درمیان قدر ومنزلت کی نظرون سے دیکھی جائیگی، اگر موقع ملا تو باب التقریظ والانتقاد مین مفصل تنقید کیجائیگی، جلد اول باب الباء پر ختم ہوئی ہے تعداد صفحات ۱۸۱، تقطیع کلان، کتابت وطباعت اچھی ہے، پتہ منیجر نیر پریس بک ایجنسی پاٹا نالہ لکھنؤ،

[illegible] پانزدہم | ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۲۵ء | عدد چہارم

مضامین

تصحیح

صفحہ ۳۰۱ سطر ۱۰ مین بجائے مخضوم کے مخضرم پڑھئے،